جلد 12 • شمارہ 3 • ستمبر 2022

دینی، اخلاقی اور معاشرتی اقدار کا علمبردار

ماہنامہ

فہمِ دین

کامیابی کا نسخہ

جنون

پیارے شہیدوں کا صدقہ ہے دولت پاکستان کی

BAITUSSALAM
PUBLICATIONS

Baitussalam.org · Baitussalam_org · Baitussalam_org · +9221-111-298-111

ماہ نامہ
فہمِ دین
کراچی

ستمبر 2022

فہمِ وفکر

جنون	مدیر کے قلم سے	04

اصلاحی سلسلہ

فہمِ قرآن	شیخ الاسلام مفتی محمد تقی عثمانی دامت برکاتہم	05
فہمِ حدیث	مولانا محمد منظور نعمانی رحمۃ اللہ علیہ	06
آئینہ زندگی	حضرت مولانا عبد الستار حَفِظَہُ اللہ	08

مضامین

تصویر کائنات کے رنگ	تنزیلہ احمد	10
مسائل پوچھیں اور سیکھیں	مفتی محمد توحید	13
آلو بخارے	حکیم شمیم احمد	15
حضرت ام عمارہ رضی اللہ عنہا	ندا اختر	17
یہ بائیکاٹ کیوں ضروری ہے	ام نسیبہ	18

خواتینِ اسلام

تیرے عشق میں	حفصہ فیصل	20
شہید	تسلیم شیخ	21
میحا کی نا انصافی	عاتکہ سلیم	22
اثاثہ	انعم توصیف	24
کوئی تو احساس کرے	بنت محمد	26
مسحور کن خوشبو	ام محمد عبد اللہ	27
واہ ریوڑی واہ	قرات گلستان	28

باغچہ اطفال

بطخ کی چال	سمیرا انور	30
پیارے شہیدوں کا صدقہ	نشا وقار	31
کھٹی میٹھی ٹافی	سائرہ شاہد	33
ندامت کے آنسو	فرزین لہرا	34
چیونٹی کی اڑان	قرۃ العین خرم ہاشمی	35
ختم نبوت میرا ایمان	ام مصطفیٰ	36
چمگادڑ	فوزیہ خلیل	37
حرکت میں برکت	ڈاکٹر الماس روحی	38

بزمِ ادب

ہموار کر دیا	ندیم محمود	42
خدا کا احساں ہے پاکستان	احمد ظہور قاسمی	43
گلدستہ	شیخ ابو بکر، عبد الرحمن چترالی	44

اخبار السلام

اخبار السلام	خالد معین	46

زیرِ سرپرستی
حضرت مولانا عبد الستار حفظہ اللہ

مدیر	محمد خرم شہزاد
نائب مدیر	قاری عبد الرحمن
نظرِ ثانی	طارق محمود
تزئین و آرائش	فیضان الحق شمسی

آراء و تجاویز کے لیے
0304-0125750

ڈاک سے متعلق امور کے لیے
0323-3229313 | 021-35393912

اشتہارات کے لیے
0314-2981344
marketing@fahmedeen.org

خط و کتابت اور بذریعہ منی آرڈر رسالے کے اجرا کے لیے
C-26 گراؤنڈ فلور، بن سیٹ کمرشل اسٹریٹ نمبر 2، خیابان جامی،
بالمقابل بیت السلام مسجد، ڈیفنس فیز 4 کراچی

زرِ تعاون

فی شمارہ	50 روپے
سالانہ برائے کراچی	750 روپے
سالانہ اندرون ملک	
عام ڈاک	750 روپے
رجسٹرڈ پیکٹ	1250 روپے
سالانہ بیرون ملک	55 ڈالر

ناشر: فیصل زبیر | مطبع: واسا پرنٹر | مقامِ اشاعت: دفتر فہم دین

BAITUSSALAM

عالمی ادارہ بیت السلام ویلفیئر ٹرسٹ

حالیہ بارشوں اور سیلاب سے متاثرین کیلئے غذائی اجناس اور خیموں کی فراہمی

(SADQAH)
Meezan bank
Ac Title:
BAIT-US-SALAM WELFARE TRUST
Account No: 0127-0104048083
IBAN:PK78MEZN0001270104048083
Bank Islami
Ac Title:
BAIT-US-SALAM WELFARE TRUST
Account No: 1024-1030884-0001
IBAN:PK49BKIP0102410308840001

(ZAKAT)
Meezan bank
Ac Title:
BAIT-US-SALAM WELFARE TRUST
Account No: 0127-0104048079
IBAN:PK89MEZN0001270104048079
Bank Islami
Ac Title:
BAIT-US-SALAM WELFARE TRUST
Account No: 1024-1030892-0001
IBAN: PK45BKIP0102410308920001

Baitussalam USA بیت السلام
Bank of America
Ac Title:Baitussalam USA
AC#:325167671468
Zelle
donation@baitussalamusa.org
PayPal
PayPal.me/BaitussalamUSA

donations@baitussalam.org +92 21 111 298 111 +1(954)820-4916 donation@baitussalamusa.org

رقم ٹرانسفر کرانے والے حضرات بیت السلام پاکستان/(یو ایس اے) کو بذریعہ ای میل یا واٹس ایپ اطلاع ضرور کریں۔ سات دن کے اندر اطلاع نہیں کی تو ادارہ اس کو شرعی ضابطوں کے مطابق کسی بھی فلاحی کام میں استعمال کر سکتا ہے۔

جنون

زندگی میں دو مرحلے آتے ہیں۔ ایک مدہوش جوانی کا۔ ماں سمجھائے، سمجھ نہ آئے۔ باپ ڈانٹے، برا لگے۔ اپنے پرائے اور پرائے اپنے لگیں۔ سگریٹ کے کش، وَن ویلنگ، گیموں کا نشہ۔ بس اک جنون ہوتا ہے۔ عقل کا ایسا گھمنڈ کہ سب غلط اور میں ٹھیک ہوں۔ وقت گزر جاتا ہے، پھر دوسرا مرحلہ آتا ہے۔ نشہ اتر جاتا ہے۔ حقیقت سامنے ہوتی ہے۔ سب کچھ لٹ چکا ہوتا ہے۔ ہاتھ خالی ہوتے ہیں۔ ماضی پر ندامت ہوتی ہے۔ دِل ماننے کو تیار نہیں ہوتا کہ یہ دور بھی گزرا ہے مجھ پر۔ مگر پھر پچھتائے کیا ہوت جب چڑیاں چگ گئیں کھیت۔

یہ مرحلے قوموں پہ بھی آتے ہیں۔ قومیں اغوا ہو جاتی ہیں۔ اغوا کار انھیں جنون میں مبتلا کر دیتے ہیں۔ قوم کو ساری کام یابی اپنے جنون میں نظر آنے لگتی ہے۔ ایسا جنون کہ غلط صحیح لگنے لگتا ہے۔ نصیحت کار برے لگنے لگتے ہیں۔ جنون آگے نکل جاتا ہے، ملک و ملت پیچھے رہ جاتے ہیں، اسلامی تعلیمات پسِ پشت چلی جاتی ہیں اور اللہ و رسول ﷺ کا بس نام رہ جاتا ہے۔ بزرگوں کی بے احترامی عام ہو جاتی ہے۔ ایسے میں قومیت پھلتی پھولتی ہے۔ لسانیت جڑ پکڑتی ہے۔ تنگ نظری ڈیرے ڈال لیتی ہے۔ پھر پروپیگنڈے کی ایسی گرد اڑتی ہے کہ زمینی حقائق نظروں سے اوجھل ہو جاتے ہیں۔ پھر جس شاخ پر آشیانہ ہو، اسی کو کاٹنے لگتے ہیں۔ کلہاڑی سے اپنا ہی پاؤں زخمی کر لیتے ہیں۔ نتیجے میں ایسی قومیں تباہ ہو جاتی ہے۔

پھر جب پانی سر سے گزر چکا ہوتا ہے۔ قوم پستی میں گر چکی ہوتی ہے۔ عروج زوال میں بدل چکا ہوتا ہے۔ سب کچھ لٹ چکا ہوتا ہے اور گرد چھٹ چکی ہوتی ہے اور خمار اتر چکا ہوتا ہے۔ پھر حماقتیں ڈراونا خواب بن کر سامنے آ کھڑی ہوتی ہیں۔ خود قوم حیران ہوتی ہے کہ اعمال نامے میں یہ غلطیاں کہاں سے آ گئیں، مگر پھر پچھتائے کیا ہوت، جب چڑیاں چگ گئیں کھیت۔ پھر آنے والی نسلیں انھیں اچھے لفظوں میں یاد نہیں کرتیں، بلکہ کبھی معاف نہیں کرتیں۔

ایڈولف ہٹلر (Adolf Hitler) کا نام کسی سے ڈھکا چھپا نہیں۔ پوری جرمن قوم کو اغوا کر لیا۔ عقل نے کام کرنا چھوڑ دیا۔ جذبات سے کھیلا گیا۔ پوری جرمن قوم جنونی ہو گئی۔ ہٹلر کا جادو سر چڑھ کر بولنے لگا۔ پھر سوشلزم، کیمونزم سب نا منظور ہو گئے، صرف فاشزم باقی رہ گیا۔ فاشزم کیا ہے؟ بس یوں کہیے کہ قومیت کے تعصب کو بڑھاوا دیا جاتا ہے، پھر نفرتیں جنم لیتی ہیں۔ انتقامی جذبات کو ہوا دی جاتی ہے اور یہ سب لاشعوری طور پر ہوتا ہے۔ ہٹلر 1933ء میں برسرِ اقتدار آیا، اس نے جرمن آریہ خون کی برتری کا نعرہ لگایا اور چھ سال میں پوری قوم کو ایسا جنونی بنا دیا کہ 1939ء میں پوری دُنیا کو جنگِ عظیم دوم میں جھونک دیا اور پھر دیکھتے ہی دیکھتے، پوری دُنیا خون میں نہا گئی۔ یہی فاشزم اٹلی میں ''مسولینی'' نے پھیلایا اور اب ہندوستان میں بی جے پی نے ہندوؤں میں فاشزم کا یہی انتقامی جذبہ بھر دیا ہے۔

سمجھنے کی بات یہ ہے کہ تاریخ ایک دِن میں نہیں بنتی۔ قوموں کا عروج وزوال گڈے گڈی کا کھیل نہیں ہے۔ اس میں لمحوں کی خطا ہوتی ہے اور صدیوں کی سزا ملتی ہے۔ بیت المقدس کو نہیں دیکھا۔ انگریز صلیبیوں نے 1099ء میں فاطمی حکومت کو شکست دے کر چھینا تھا اور پھر اسے دوبارہ حاصل کرتے کرتے 91 سال لگ گئے۔ 1187ء میں صلاح الدین ایوبیؒ نے بیت المقدس کو فتح کیا۔ مغلیہ سلطنت کا زوال نہیں دیکھا۔ 1857ء میں جنگ آزادی میں مسلمانوں کو شکست ہوئی۔ انگریز فاتح بنے اور پھر مسلمانوں کو 90 سال لگ گئے دوبارہ آزاد ریاست ''پاکستان'' حاصل کرنے میں۔ مغلیہ سلطنت میں موجودہ چھ ملک شامل تھے۔ پاکستان، بھارت، بنگلا دیش، نیپال، بھوٹان اور ایران۔ مغلیہ سلطنت کا رقبہ 52 لاکھ مربع کلومیٹر تھا اور 90 سال کی محنت کے بعد مغلیہ سلطنت کا صرف چھٹا حصہ پاکستان وجود میں آیا، جس کا رقبہ تقریباً 8 لاکھ مربع کلومیٹر تھا اور وہ بھی 24 سال کے بعد دو لخت ہو گیا۔

قارئینِ گرامی! پریشانی کی بات یہ ہے کہ ملکِ عزیز میں سیاسی درجہ حرارت کو اتنا بڑھا دیا گیا ہے کہ ملکِ عزیز کا سفینہ پھر بیچ طوفان میں ہچکولے کھانے لگا ہے۔ خود غرضی، مفاد پرستی بھی کسی طرح مفید نہیں، لیکن جنونی ہو جانا، لحاظ ختم ہو جانا، گالم گلوچ کا کلچر بڑھنے لگنا، دینی احترام پسِ پشت ڈال دینا، علمائے کرام کے لیے بے ہودہ زبان استعمال کرنا، یہ تو فاشزم کے جراثیم ہیں، یہ تو ایسا طوفان ہے، جس میں قوم بہک جاتی ہے، مگر جب گرد تھمتی ہے تو پھر کچھ باقی نہیں بچتا۔ یہ بات ہمیں پلّے باندھ لینی چاہیے کہ سفرِ آخرت کا توشہ دینِ اسلام ہے اور اللہ اور رسول ﷺ کی محبت ہے اور یہ مساجد و مدارس اور علمائے دین کے ذریعے سے ملتی ہے تو اس نسبت کو سیاست کی بھینٹ نہ چڑھائیں اور اسی طرح اس دُنیا میں بہت سی چیزیں اہم ہو سکتی ہیں، مگر اسلام کے بعد سب سے اہم پاکستان ہے، اسی سے ہماری شناخت ہے، یہ دشمن کو ایک آنکھ نہیں بھاتا۔ کہیں ہم اَن جانے میں دشمن کے ایجنڈے کا حصہ نہ بن جائیں۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو ملک وملت کے لیے متحد ہونے کی توفیق دے۔ والسلام

اخوکم فی اللہ
محمد خرم شہزاد

فہمِ قرآن

النساء 171-176

يَآَهْلَ الْكِتٰبِ لَا تَغْلُوْا فِيْ دِيْنِكُمْ وَلَا تَقُوْلُوْا عَلَى اللّٰهِ اِلَّا الْحَقَّ اِنَّمَا الْمَسِيْحُ
عِيْسَى ابْنُ مَرْيَمَ رَسُوْلُ اللّٰهِ وَكَلِمَتُهٗ اَلْقٰىهَآ اِلٰى مَرْيَمَ وَرُوْحٌ مِّنْهُ فَاٰمِنُوْا بِاللّٰهِ
وَرُسُلِهٖ وَلَا تَقُوْلُوْا ثَلٰثَةٌ اِنْتَهُوْا خَيْرًا لَّكُمْ اِنَّمَا اللّٰهُ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ سُبْحٰنَهٗٓ اَنْ يَّكُوْنَ لَهٗ
وَلَدٌ لَهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ وَكَفٰى بِاللّٰهِ وَكِيْلًا 171

ترجمہ: اے اہلِ کتاب! اپنے دین میں حد سے نہ بڑھو اور اللہ کے بارے میں حق کے سوا کوئی بات نہ کہو۔ مسیح عیسیٰ ابنِ مریم تو محض اللہ کے رسول تھے اور اللہ کا ایک کلمہ تھا جو اس نے مریم تک پہنچایا اور ایک روح تھی جو اسی کی طرف سے (پیدا ہوئی) تھی، لہٰذا اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ اور یہ مت کہو کہ (خدا) تین ہیں۔ اس بات سے باز آ جاؤ کہ اسی میں تمہاری بہتری ہے۔ اللہ تو ایک ہی معبود ہے، وہ اس بات سے بالکل پاک ہے کہ اس کا کوئی بیٹا ہو۔ آسمان اور زمین میں جو کچھ ہے، اسی کا ہے اور سب کی دیکھ بھال کے لیے اللہ کافی ہے۔ 171

تشریح: یہودیوں کے بعد ان آیات میں عیسائیوں کو تنبیہ کی گئی ہے۔ یہودی تو عیسیٰ علیہ السلام کے جانی دشمن بن گئے تھے اور دوسری طرف عیسائی آپ کی تعظیم میں حد سے گزر گئے اور انھوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو خدا کا بیٹا کہنا شروع کر دیا اور یہ عقیدہ اپنا لیا کہ خدا تین ہیں، باپ بیٹا اور روح القدس۔ اس آیت میں دونوں کو حد سے گزرنے سے منع کیا گیا ہے اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں وہ معتدل بات بتائی گئی ہے، جو حقیقت کے عین مطابق ہے، یعنی وہ اللہ کے بندے اور اس کے رسول تھے اور اللہ نے ان کو اپنے کلمہ ''کُن'' سے باپ کے واسطے کے بغیر پیدا کیا تھا اور ان کی روح براہِ راست حضرت مریم علیہا السلام کے بطن میں بھیج دی تھی۔

لَنْ يَّسْتَنْكِفَ الْمَسِيْحُ اَنْ يَّكُوْنَ عَبْدًا لِّلّٰهِ وَلَا الْمَلٰٓئِكَةُ الْمُقَرَّبُوْنَ
وَمَنْ يَّسْتَنْكِفْ عَنْ عِبَادَتِهٖ وَيَسْتَكْبِرْ فَسَيَحْشُرُهُمْ اِلَيْهِ جَمِيْعًا 172

ترجمہ: مسیح کبھی اس بات کو عار نہیں سمجھ سکتے کہ وہ اللہ کے بندے ہوں اور نہ مقرّب فرشتے (اس میں کوئی عار سمجھتے ہیں) اور جو شخص اپنے پروردگار کی بندگی میں عار سمجھے اور تکبر کا مظاہرہ کرے تو (وہ اچھی طرح سمجھ لے کہ) اللہ ان سب کو اپنے پاس جمع کرے گا۔ 172

فَاَمَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ
فَيُوَفِّيْهِمْ اُجُوْرَهُمْ وَيَزِيْدُهُمْ مِّنْ فَضْلِهٖ وَاَمَّا
الَّذِيْنَ اسْتَنْكَفُوْا وَاسْتَكْبَرُوْا فَيُعَذِّبُهُمْ عَذَابًا اَلِيْمًا
وَّلَا يَجِدُوْنَ لَهُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَلِيًّا وَّلَا نَصِيْرًا 173

ترجمہ: پھر جو لوگ ایمان لائے ہوں گے اور انھوں نے نیک عمل کیے ہوں گے، ان کا پورا پورا ثواب دے گا اور اپنے فضل سے اس سے زیادہ بھی دے گا، رہے وہ لوگ جنہوں نے (بندگی کو) عار سمجھا ہو گا اور تکبر کا مظاہرہ کیا ہو گا تو ان کو دردناک عذاب دے گا اور ان کو اللہ کے سوا اپنا کوئی رکھوالا اور مددگار نہیں ملے گا۔ 173

يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ قَدْ جَآءَكُمْ بُرْهَانٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ
وَاَنْزَلْنَآ اِلَيْكُمْ نُوْرًا مُّبِيْنًا 174

ترجمہ: اے لوگو! تمہارے پاس تمہارے پروردگار کی طرف سے کھلی دلیل آ چکی ہے اور ہم نے تمہارے پاس ایک ایسی روشنی بھیج دی ہے، جو راستے کی پوری وضاحت کرنے والی ہے۔ 174

فَاَمَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَاعْتَصَمُوْا بِهٖ فَسَيُدْخِلُهُمْ
فِيْ رَحْمَةٍ مِّنْهُ وَفَضْلٍ وَّيَهْدِيْهِمْ اِلَيْهِ صِرَاطًا مُّسْتَقِيْمًا 175

ترجمہ: چناں چہ جو لوگ اللہ پر ایمان لائے ہیں اور انھوں نے اسی کا سہارا اتھام لیا ہے، اللہ ان کو اپنے فضل اور رحمت میں داخل کرے گا اور انھیں اپنے پاس آنے کے لیے سیدھے راستے تک پہنچائے گا۔ 175

يَسْتَفْتُوْنَكَ قُلِ اللّٰهُ يُفْتِيْكُمْ فِي الْكَلٰلَةِ اِنِ امْرُؤٌا هَلَكَ لَيْسَ لَهٗ وَلَدٌ وَّلَهٗٓ اُخْتٌ
فَلَهَا نِصْفُ مَا تَرَكَ وَهُوَ يَرِثُهَآ اِنْ لَّمْ يَكُنْ لَّهَا وَلَدٌ فَاِنْ كَانَتَا اثْنَتَيْنِ فَلَهُمَا
الثُّلُثٰنِ مِمَّا تَرَكَ وَاِنْ كَانُوْٓا اِخْوَةً رِّجَالًا وَّنِسَآءً فَلِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْاُنْثَيَيْنِ
يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمْ اَنْ تَضِلُّوْا وَاللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ 176

ترجمہ: (اے پیغمبر!) لوگ تم سے (کلالہ کا حکم) پوچھتے ہیں، کہہ دو کہ اللہ تمہیں کلالہ کے بارے میں حکم بتاتا ہے۔ اگر کوئی شخص اس حال میں مر جائے کہ اس کی کوئی اولاد نہ ہو اور اس کی ایک بہن ہو تو وہ اس کے ترکے میں سے آدھے کی حق دار ہو گی اور اگر اس بہن کی اولاد نہ ہو (اور وہ مر جائے اور اس کا بھائی زندہ ہو) تو وہ اس بہن کا وارث ہو گا اور اگر بہنیں دو ہوں تو بھائی کے ترکے سے وہ دو تہائی کی حق دار ہوں گی اور اگر (مرنے والے کے) بھائی بھی ہوں اور بہنیں بھی تو ایک مرد کو دو عورتوں کے برابر حصہ ملے گا۔ اللہ تعالیٰ تمہارے سامنے وضاحت کرتا ہے، تاکہ تم گم راہ نہ ہو اور اللہ ہر چیز کا پورا علم رکھتا ہے۔ 176

تشریح: کلالہ اس شخص کو کہتے ہیں جس کے انتقال کے وقت نہ اس کا باپ یا دادا زندہ ہو، نہ کوئی بیٹا یا پوتا۔

شیخ الاسلام مفتی محمد تقی عثمانی دامت برکاتہم

فہم حدیث

مولانا محمد منظور نعمانی رحمۃ اللہ علیہ

خدا کا خوف اور تقویٰ ہی فضیلت اور قرب کا معیار ہے

عَنْ اَبِیْ ذَرٍّ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ لَهٗ اَنَّكَ لَسْتَ بِخَيْرٍ مِّنْ اَحْمَرَ وَلَا اَسْوَدَ اِلَّا اَنْ تَفْضُلَهٗ بِتَقْوٰى

ترجمہ: حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تم کو اپنی ذات سے نہ کسی گورے کے مقابلے میں بڑائی حاصل ہے نہ کسی کالے کے مقابلے میں، البتہ "تقویٰ" یعنی خوفِ خدا کی وجہ سے تم کسی کے مقابلے میں بڑے ہو سکتے ہو۔

تشریح: مطلب یہ ہے کہ مال و دولت، شکل و صورت، نسل و رنگ اور زبان و وطن جیسی کسی چیز کی وجہ سے کسی کو کسی دوسرے کے مقابلے میں کوئی فضیلت کا معیار بس "تقویٰ" ہے (یعنی خوفِ خدا اور وہ زندگی جو خدا کے خوف سے بنتی ہے) پس اس تقویٰ میں جو جتنا بڑھا ہوا ہے، وہ اللہ کے نزدیک اتنا ہی بڑا اور بلند ہے۔ اسی حقیقت کو قرآن مجید ان الفاظ میں بیان فرماتا ہے: "اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰكُمْ۔"

اللہ کے خوف سے جسم کے رونگٹے کھڑے ہو جانے کی سعادت

عَنِ الْعَبَّاسِ رَفَعَهٗ اِذَا قْشَعَرَّ جِلْدُ الْعَبْدِ مِنْ خَشْيَةِ اللّٰهِ تَحَاتَتْ عَنْهُ خَطَايَاهُ كَمَا تَحَاتُّ عَنِ الشَّجَرَةِ الْبَالِيَةِ وَرَقُهَا

ترجمہ: حضرت عباسؓ رسول اللہ ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ جب اللہ تعالیٰ کے خوف اور اس کی ہیبت سے کسی بندہ کے رونگٹے کھڑے ہوتے ہیں تو اس وقت اس کے گناہ ایسے جھڑتے ہیں جیسے کہ کسی پرانے سوکھے درخت کے پتّے جھڑتے ہیں۔

تشریح: خوف و خشیت اور ہیبت دراصل قلبی کیفیات ہیں، لیکن انسان ایسا بنایا گیا ہے کہ اس کی قلبی کیفیات کا ظہور اس کے جسم پر بھی ہوتا ہے، مثلاً جب دل میں خوشی کی کیفیت ہو تو چہرے پر بشاشت ظاہر ہوتی ہے اور بعض اوقات وہ اس کیفیت سے ہنستا اور مسکراتا ہے، اسی طرح جب دل میں حزن و غم ہو تو وہ بھی اس کے چہرے سے ظاہر ہوتا ہے اور کبھی کبھی وہ اس کے اثر سے روتا بھی ہے اور اس کی آنکھوں سے آنسو گرتے بھی ہیں، اسی طرح جب دل پر خشیت اور ہیبت کی کیفیت طاری ہو تو جسم پر اس کا اثر یہ ظاہر ہوتا ہے کہ سارے بدن کے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں، پس اس حدیث میں اللہ کے خوف سے آنسو گرنے پر آتشِ دوزخ کے حرام ہو جانے کی خوش خبری اہلِ ایمان کو سنائی گئی ہے کہ اللہ کی خشیت و ہیبت سے جب کسی بندہ کے بدن کے رونگٹے کھڑے ہوتے ہیں تو اس وقت اس کے گناہ ایسے جھڑتے ہیں، جیسے خزاں کے موسم میں سوکھے درختوں کے پتّے جھڑتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ اپنے پیاروں کو دنیا سے بچاتا ہے

عَنْ قَتَادَةَ بْنَ نُعْمَانَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ: اِذَا اَحَبَّ اللّٰهُ عَبْدًا حَمَاهُ الدُّنْيَا كَمَا يَظِلُّ اَحَدُكُمْ يَحْمِيْ سَقِيْمَهُ الْمَاءَ

ترجمہ: قتادہ بن نعمان سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب اللہ تعالیٰ کسی بندہ سے محبت کرتا ہے تو دنیا سے اس کو اس طرح پرہیز کراتا ہے جس طرح کہ تم میں سے کوئی اپنے مریض کو پانی سے پرہیز کراتا ہے، (جب کہ اس کو پانی سے نقصان پہنچتا ہو)

تشریح: دنیا دراصل وہی ہے جو اللہ سے غافل کرے اور جس میں مشغول ہونے سے آخرت کا راستہ کھوٹا ہو، پس اللہ تعالیٰ جن بندوں سے محبت کرتا ہے اور اپنے خاص انعامات سے ان کو نوازنا چاہتا ہے، ان کو اس مردار دنیا سے اس طرح بچاتا ہے، جس طرح کہ ہم لوگ اپنے مریضوں کو پانی سے پرہیز کراتے ہیں۔

خوش اخلاقی کی فضیلت و اہمیت

عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ يَقُوْلُ: اَللّٰهُمَّ اَحْسَنْتَ خَلْقِيْ فَاَحْسِنْ خُلُقِيْ

ترجمہ: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ اپنی دعا میں اللہ تعالیٰ سے عرض کرتے تھے: "تو نے اپنے کرم سے میرے جسم کی ظاہری بناوٹ اچھی بنائی ہے، اسی طرح میرے اخلاق بھی اچھے کر دے۔"

رسول اللہ ﷺ سے حسنِ اخلاق کی دعا بہت سے موقعوں پر مختلف الفاظ میں روایت کی گئی ہے۔ صحیح مسلم میں حضرت علی رضی اللہ عنہ سے رسول اللہ ﷺ کی نمازِ تہجد میں مانگی گئی دعاؤں میں سے ایک یہ بھی تھی:

اِهْدِنِیْ لِاَحْسَنِ الْاَخْلَاقِ لَا يَهْدِیْ لِاَحْسَنِهَا اِلَّا اَنْتَ وَاصْرِفْ عَنِّیْ سَيِّئَهَا لَا يَصْرِفُ عَنِّیْ سَيِّئَهَا اِلَّا اَنْتَ

ترجمہ: اے میرے اللہ! تو مجھ کو بہتر سے بہتر اخلاق کی رہ نمائی کر، تیرے سوا کوئی بہتر اخلاق کی رہ نمائی نہیں کر سکتا اور برے اخلاق کو میری طرف سے ہٹا دے، ان کو تیرے سوا کوئی ہٹا بھی نہیں سکتا۔

ملتِ اسلامیہ کی کامیابی کا نسخہ

حضرت مولانا عبدالستار حَفِظَهُ الله

میرے معزز مسلمان بزرگو عزیز بھائیو! 6 ستمبر 1965 ملتِ اسلامیہ اور اہلِ پاکستان کے لیے فتح اور کام یابی کا دن تھا، جس دن اللہ تعالیٰ نے پاکستان کے ایک بڑے دشمن کو جو اپنے پورے ساز و سامان کے ساتھ اور تین گنا افرادی قوت کے ساتھ پاکستان پر چڑھ دوڑا تھا ذلیل و رسوا کر کے واپس کیا۔ یہ 1965 کی بات ہے اور صرف چار سال بعد 70 کی دہائی میں اسی وطنِ عزیز کا ایک ٹکڑا اس سے الگ ہو جاتا ہے بنگلہ دیش کی شکل میں۔

ایک طرف تو یہ فتح اور دوسری طرف چند سالوں کے بعد یہ شکست

زندہ قومیں حالات سے سبق لیا کرتی ہے اور فتح اور شکست کے اسباب میں غور کیا کرتی ہیں؟ کیا وجہ ہے کہ 1965 میں مسلمان فاتح ہیں اور 1971 میں بغیر جنگ کیے ہار گئے۔ دشمن دونوں دفعہ ایک ہی تھا اور وہ انڈیا تھا، لیکن طریقۂ واردات دونوں دفعہ الگ الگ تھا۔ 1965 میں وہ دشمن بن کر سامنے آیا تھا تو مسلمانوں کی قوت اور طاقت بھی متحد ہوگئی، ان میں وحدتِ اسلامی قائم ہوگئی، وہ ایک ملت، ایک قوم بن کر اپنے ملک کی سلامتی اور اپنے نظریات کے تحفظ کے لیے کھڑے ہوگئے، نتیجے میں اللہ رب العزت کی مدد اور نصرت اتر آئی۔

صحابہ کرام کا زمانہ دیکھ لیجیے۔ قرآن کہتا ہے: وَاذْكُرُوْٓا اِذْ اَنْتُمْ قَلِيْلٌ مُّسْتَضْعَفُوْنَ فِي الْاَرْضِ کہ ان کی تعداد اتنی بھی نہیں تھی جتنی آج ہے اور وہ بہت کم زور تھے اور اللہ فرماتے ہیں: تَخَافُوْنَ اَنْ يَّتَخَطَّفَكُمُ النَّاسُ کہ انھیں ہر وقت یہ خطرہ لگا رہتا تھا کہ دشمن آئے گا اور انھیں اچک کر لے جائے، جیسے چیل آتی ہے اور گوشت کے ٹکڑے کو اٹھا لے جاتی ہے، مگر ایک چیز تھی، ان میں وحدتِ اسلامی تھی اور دینِ اسلام پر ان کی زندگی کی عمارت قائم تھی۔ پھر کیا ہوا؟ رب فرماتے ہیں: فَاٰوٰىكُمْ وَاَيَّدَكُمْ پھر ہماری مدد اور نصرت آئی، ایک چھوٹی سی طاقت دنیا کے اندر فاتح بھی بن گئی اور لاکھوں کروڑوں انسانوں کے اندر دین کا چراغ بھی روشن کر دیا۔ صرف وحدتِ اسلامی کی بنیاد پر اس چھوٹی سی طاقت نے دنیا کے قلعے بھی فتح کیے اور انسانیت کے دلوں کو بھی فتح کر لیا۔ معلوم ہے کتنی تعداد تھی ان کی؟ پہلی مردم شماری ہوئی، مسلمانوں کی تعداد 500 تھی، دوسری مردم شماری ہوئی تو تعداد 700 تھی اور تیسری مردم شماری ہوئی تو تعداد 1500 تھی۔ تعداد اتنی تھوڑی، مگر فتح پھر بھی ہوگئی تو پتا چلا کہ مسئلہ تعداد کا نہیں، بلکہ اتحاد کا ہے۔

پھر اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: اِلَّا تَفْعَلُوْهُ تَكُنْ فِتْنَةٌ فِي الْاَرْضِ وَفَسَادٌ كَبِيْرٌ کہ اگر تم نے اس وحدتِ اسلامی کو مستحکم اور مضبوط نہ کیا تو پھر دنیا کے اندر آگ کے وہ شعلے اٹھیں گے جو دنیا بھر کو جلا دیں گے۔ وہ اس طرح کہ اگر تم نے اس وحدتِ اسلامی کی لاج نہ رکھی، بلکہ تم نے اپنی مصنوعی وحدتیں قائم کر لیں، لسانیت کی، عصبیت کی، برادری کی، قومیت کی، وطنیت کی، علاقائیت کی، اپنی پرانی تہذیبوں کو زندہ کرنا شروع کیا اور وحدتِ اسلامی سے تم نے نظریں چرا لیں، تو پھر یاد رکھو!

اِلَّا تَفْعَلُوْهُ تَكُنْ فِتْنَةٌ فِي الْاَرْضِ وَفَسَادٌ كَبِيْرٌ

پھر تمہاری دھرتی اور تمہاری زمین پر آگ کے وہ شعلے اٹھیں گے، جو تمہارا سب کچھ راکھ کر دیں گے۔ میرے عزیزو!

قرآن مجید کی یہ آیتیں دیکھیں اور پورے عالمِ اسلام کا منظر نامہ دیکھ لیجیے، دیگر اسلامی خطوں کو دیکھ لیجیے، اپنے ملکِ عزیز کو دیکھ لیجیے، جب سے وحدتِ اسلامی سے ہم نے نظریں چرا لی ہیں اور نظریاتی بنیادوں کو اپنے معاشرے، تعلیمی اداروں اور سرکاری اداروں سے نظر انداز کر دیا ہے، عصبیت، قومیت اور لسانیت کو ہر جگہ بڑھاوا دے دیا ہے تو میرے عزیزو! پہلے بنگلہ دیش ہم کھو بیٹھے اسی عصبیت اور لسانیت کی وجہ سے اور اب ملک کے باقی خطے خطرات کا شکار ہیں۔ آپ سندھ، بلوچستان اور سرحد کو دیکھ لیجیے، آپ پنجاب کی سوچ دیکھ لیجیے، یہ سوچیں فروغ دی جا رہی ہیں۔

یاد رکھیے وحدتِ اسلامی جب تک باقی رہے گی اور اس میں مصنوعی وحدتیں قائم نہیں ہوں گی، تب تک ملتِ اسلامیہ اور اسلامی ممالک کو کوئی خطرہ لاحق نہیں ہو سکتا۔ دشمن بار بار اس کا تجربہ کر چکا ہے کہ جب بھی مسلمانوں کا اتفاق اور اتحاد اسلامی بنیادوں پر رہا ہے، کبھی دشمن ان پر غلبہ نہیں پا سکا۔

جب برطانیہ افغانستان سے ہار کر اور ذلیل و رسوا ہو کر نکل رہا تھا تو اقبال نے اسے طنزیہ انداز میں کہا تھا کہ

افغانیوں کی غیرتِ دیں کا ہے یہ علاج
ملّا کو اس کے کوہ و دمن سے نکال دو

جب تک یہ کسی مُلا کے گرد چمٹے ہوئے ہیں، ان کے اندر غیرتِ ایمانی اور اسلامی حمیت کا چراغ جلتا رہے گا، پھر بھول جاؤ تم اس قوم پر کبھی فاتح بن سکو گے، پھر اسی ذلت و رسوائی کا سامنا کرنا پڑے گا، دنیا کی سپر طاقتیں بھی وہاں آئیں، ایک آئی ذلیل و رسوا ہو کر گئی، دوسری آئی وہ بھی ذلیل و رسوا ہو کر نکلی۔

میرے عزیزو! ملک عزیز میں بھی جب وحدتِ اسلامی قائم تھی تو تین گنا بڑا دشمن حملہ آور ہوتا ہے 1965 کے اندر، لیکن ذلیل و رسوا ہو کر جاتا ہے، لیکن جیسے ہی یہ بنیاد کھوکھلی ہوئی تو وحدتِ اسلامی ٹوٹ گئی، پھر عصبیت، لسانیت اور فرقہ واریت کے بت کھڑے کر دیے گئے، نتیجے میں ملکِ عزیز انتشار کا شکار ہو گیا اور اس کا ایک بڑا حصہ بنگلہ دیش کی شکل میں اس سے علیحدہ ہو گیا۔

یہی معاملہ ترکی میں ہوا، یہی معاملہ عراق کے اندر ہوا اور یہی معاملہ عرب کی سرزمین پر ہوا، بلکہ اس سے آگے بڑھ کر خلافتِ عثمانیہ میں ہزار سال مسلمانوں کی حکومت رہی، ترکی اس کا دارالخلافہ رہا، لیکن میرے عزیزو! وہ ٹکڑوں میں تقسیم ہوئی، عصبیت اور لسانیت نے اپنا زہر دکھایا، کسی کے ہاتھ میں عربوں کا جھنڈا، کسی کے ہاتھ میں ترکوں کا جھنڈا، نتیجہ یہ نکلا کہ آج ترکی کا ملک مغرب کی زندگی دکھا رہا ہے اور عرب دنیا چھوٹی چھوٹی کالونیوں میں تقسیم ہو کر کفر کا آلہ کار بن چکی ہیں، ان کا سارا سرمایہ کفر کی مدد اور معاونت میں استعمال ہو رہا ہے۔ میرے عزیزو! یہ وہ جرم ہے ملّتِ اسلامیہ کا اور یہ وہ گناہ ہے، جس کی وجہ سے اس کے سارے ساز و سامان اور سارے علم و ہنر اور ساری اصلاحی کاوشیں اور محنتیں نتیجہ آور نہیں ہو رہیں۔

قرآن مجید نے یہ بات چودہ سو سال پہلے سمجھائی تھی کہ وَلَا تَنَازَعُوْا فَتَفْشَلُوْا وَتَذْهَبَ رِيْحُكُمْ کہ ٹکڑوں میں تقسیم نہ ہونا، اپنی طاقت خراب نہ کرنا، تمہاری قوت اور طاقت کی ایک بنیاد ہونی چاہیے اور وہ وحدتِ اسلامی ہے۔

میرے عزیزو! دنیا میں سب سے چھوٹی اکائی گھر کی ہوتی ہے، اگر گھر میں بھی مفادات کے بت کھڑے ہو جائیں تو گھر ٹوٹ جایا کرتا ہے اور اگر یہ چھوٹا سا گھر دین کی وحدت پر کھڑا ہو جائے تو سبحان اللہ! اس کے حسن و جمال، اس کے باہمی اتفاق و اتحاد اور اس کی کام یابی کی مثالیں پھر دنیا پیش کرتی ہے، کیا گھرانہ ہے! کیسا خاندان ہے! اور کیسے لوگ ہیں! وہ چھوٹی سی اکائی مثالی بن جایا کرتی ہے۔

میرے عزیزو! اور اگر یہ پوری ملّت اور وطنِ عزیز اسی وحدت اسلامی پر کھڑی ہو جائے، سچ عرض کر رہا ہوں تو دنیا کی ساری انسانیت کو جان، مال اور عزت و آبرو کے لحاظ سے تحفظ مل جائے گا، یہی اللہ کہہ رہا ہے کہ

وَاذْكُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ اِذْ كُنْتُمْ اَعْدَآءً

کہ جب تم ٹکڑوں میں بٹے ہوئے تھے، ایک دوسرے کے جانی دشمن تھے، ایک دوسرے کے خون کے پیاسے تھے، گھوڑے کے آگے نکل جانے اور اونٹ کے پانی پلانے پر تمہارے ہاں جنگیں شروع ہو جایا کرتی تھیں اور انسانوں کے لاشوں کے پشتے لگ جایا کرتے تھے، لیکن پھر فَاَلَّفَ بَيْنَ قُلُوْبِكُمْ فَاَصْبَحْتُمْ بِنِعْمَتِهٖٓ اِخْوَانًا وَكُنْتُمْ عَلٰي شَفَا حُفْرَةٍ مِّنَ النَّارِ فَاَنْقَذَكُمْ مِّنْهَا

پھر اللہ نے تمہیں انعام دیا اور ایمان اور اسلام کی وحدت کی بنیاد دی، پھر تم اس پر کھڑے ہو گئے اور پھر تم ایسی الفت کا نمونے بنے، تمہارے اندر ایسا بھائی چارہ اور اخوت قائم کہ پھر دنیا کی طاقتیں تمہارے پاؤں کی گرد بنیں اور لاکھوں انسانوں کی دنیا و آخرت سنوارنے کا تم ذریعہ بن گئے، صرف اس لیے کہ تم نے اس نعمت کی قدر کی۔

میرے عزیزو! یہ ہے ان حالات کا صحیح تجزیہ قرآن کی روشنی میں ایک طرف 1965 میں ہمیں فتح ملتی ہے اور پھر ستر کی دہائی میں ملک کا ایک خطہ ہم سے جدا ہوتا ہے۔ کام یابی کی وجہ کیا ہے؟ ملت اکٹھی تھی، سب اسلام کی بنیاد پر اکٹھے تھے، لیکن پھر کیا ہوا؟ چار پانچ سالوں بعد۔ دشمن نے سمجھا کہ وار بدلو، طریقۂ واردات بدلو، حملے کا انداز بدلو، اس قوم کو پہلے ٹکڑوں میں تقسیم کرو، ان کے اندر نفرت کا زہر پیدا کرو۔

میرے عزیزو! آپ دیکھ لیجیے ہمارے گھروں اور ہمارے شہروں میں رہنے والے، ہماری گودوں میں پلنے والے اور ہمارے اردگرد کی فضاؤں میں زندگیاں گزارنے والے کتنے ہی اپنے لوگ ہیں، لیکن وہ لقمہ کفار کا کھاتے ہیں، ایجنٹ غیروں کے ہیں۔ نوکری غیروں کی کرتے ہیں اور تقسیم مسلمانوں کو کرتے ہیں۔ ہماری زمینوں پر پلنے والے ہماری ہی آستینوں کے سانپ ہیں۔ ہمارے ساتھ اٹھنے بیٹھنے والے بظاہر مسلمان۔۔۔ لیکن کام ان کے کافروں والے ہیں۔ مسلمان قوم کو عصبیت، لسانیت اور صوبوں اور علاقوں کی بنیاد پر تقسیم کرنے والے ہیں۔

پوری تاریخ اسلامی میں اللہ کے نبی ﷺ کی زبان مبارک سے اتنا سخت جملہ کبھی نہیں نکلا، جتنا ایسے شخص کے لیے نکلا، فرمایا: جو شخص تم میں عصبیت کی بات کرے کہ میری برادری، میری قوم، میں مہاجر، میں انصار اور رنگ نسل کے نام پر فریاد کرے، فرمایا کہ اسے دبے لفظوں میں برا نہ کہو بلکہ کھلے طور پر سخت جواب دو اور اسے بتلا دو کہ ملتِ اسلامیہ سے اس کا کوئی تعلق نہیں، اس لیے کہ اس امت کو سب سے بڑا خطرہ اور اس امت کے خلاف سب سے بڑا زہر اور دشمنی یہ ہے کہ اسے عصبیت اور لسانیت کے انداز میں تقسیم کر دو۔

میرے عزیزو! ایک طرف غیروں نے سازشیں کیں اور دوسری طرف اپنوں کی نادانیاں کہ ہم ان سازشوں کو سمجھ نہ پائے اور باہم آپس میں دست و گریبان ہو گئے۔ ورنہ میرے عزیزو! ہمارے ملک و ملت کا تحفظ اس میں ہے کہ اس کے اندر پھر سے اسلامی بنیادیں زندہ ہوں اور مسلمان اس پر کھڑا ہو جائے، پھر اسے دنیا کی کوئی طاقت شکست نہیں دے سکے گی، اسی لیے اقبال کہا کرتا تھا کہ:

آ تجھ کو بتاؤں میں تقدیر امم کیا ہے؟
شمشیر و سناں اوّل، طاؤس و رباب آخر

قوموں کے عروج و زوال اور عزت و ذلت کا نقشہ کیا ہے؟ جب اس کے جوانوں اور مردوں کے ہاتھوں میں، اپنوں کے مقابلے میں نہیں، بلکہ دشمنوں کے مقابلے میں شمشیر اور تلوار ہو، یہ کسی بھی قوم کے عروج اور عزت کا دور ہوتا ہے اور جب اس قوم کے نوجوانوں کے ہاتھوں میں گٹار آ جائے اور اسے موسیقی پر ناچنا آ جائے اور اس کی بیٹیاں حیا باختہ لباس پہننے لگ جائیں تو یہ اس قوم کی ذلت و پستی ہے، اس لیے کہ یہاں وحدت کی بنیادیں مٹ رہی ہیں اور ختم ہو رہی ہیں، پھر اس قوم کی سرخروئی اور کام یابی مشکل ہو جائے گی۔

میرے عزیزو! ملتِ اسلامیہ کی طاقت اور حفاظت کا ایک ہی نقشہ ہے جو قرآن بتا رہا ہے کہ وہ اسلام کی صحیح بنیادوں پر اتفاق اور اتحاد میں رہیں اور صحیح بنیادوں کو پھر سے زندہ کریں۔ اسی میں اس ملک کا تحفظ اور حفاظت ہے اور اسی میں میرے اور آپ کے حفاظت کی ضمانت ہے۔ اللہ مجھے بھی اور آپ کو بھی عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین!

وجودِ زن سے ہے تصویرِ کائنات میں رنگ
اسی کے ساز سے ہے زندگی کا سوزِ دروں

شاعرِ مشرق کے شہرہ آفاق شعر کا پہلا مصرع زبان زدِ عام ہے۔ اس میں کوئی دو رائے نہیں کہ اکثریت کائنات کی خوب صورتی اور رنگینی کا ماخذ صنفِ نازک کو ٹھہراتی ہے، حالاں کہ درحقیقت تصویرِ کائنات کو خالقِ کائنات نے ہر رنگ سے سجایا ہے اور ہر رنگ اپنی دل کشی، سحر انگیزی اور معنویت کے لحاظ سے منفرد اور اپنی جگہ مکمل نظر آتا ہے۔ تصویرِ کائنات میں پھیلے رنگوں کی سچی قدر دان بلاشبہ صنفِ نازک ہیں جنھیں ایک ہی رنگ کے ہلکے اور گہرے شیڈز کے نہ صرف نام یاد رہتے ہیں بل کہ وہ اپنی پوری زندگی رنگوں کی شوخ اداؤں سے صحیح معنوں میں لطف اندوز بھی ہوتی ہیں۔

رنگ سجاوٹ، دل آویزی اور خوب صورتی کا منبع ہی نہیں بل کہ دل چسپ حقیقت یہ ہے کہ رنگ بولتے، سوچنے پر مجبور کرتے اور اپنی موجودگی کا ہر ممکن حد تک احساس دلاتے ہیں۔ اس حیران کن دنیا کی بظاہری آرائش و زیبائش اگر بے رنگ ہوتی تو ہماری زندگی بھی خوشیوں کے رنگین احساسات سے محروم رہتی۔ فطرت کے سبھی رنگ ہمارے جذبات کا منہ بولتا اظہار ہیں، پھر چاہے وہ رنگ خوشی کے ہوں یا غم کے۔۔۔ رنگ بولتے ہیں اور ہر رنگ کی اپنی اک اَن کہی داستان ہے۔ ہر رنگ کی شخصیت اور خاصیت الگ ہے جو اسے دوسرے رنگوں سے ممتاز کرتی ہے۔ اسی لیے کچھ رنگ آنکھوں کو چبھتے اور کچھ ٹھنڈک پہنچانے کی وجہ بنتے ہیں اور یہ ہی رنگ ہمارے دماغ اور اعصاب پر گہرے اثرات بھی مرتّب کرتے ہیں۔ ہم میں سے اکثر رنگوں کا انتخاب اپنی شخصیت، عمر اور مزاج کے مطابق کرتے ہیں اور جو رنگ ہمیں سب سے زیادہ بھائیں وہ ہمارے مزاج سے ہم آہنگ ہونے کے ساتھ ساتھ ہماری شخصیت، خصوصیات اور پسند ناپسند کے بارے، بہت کچھ ظاہر کرتے ہیں۔

”کیا رنگ ہمارے مزاج اور عادات کو بدل سکتے ہیں؟“ اس اہم سوال کا جواب ’ہاں‘ ہے۔

ہم میں سے زیادہ تر لوگ اس امر سے واقف نہیں کہ ایسے رنگ جو ہماری زندگی اور گرد و پیش کا مستقل حصہ بنے رہیں، وہی رنگ ہمارے جسم، ذہن، اعصاب اور جذبات پر نامحسوس انداز میں ایسا گہرا اثر ڈالتے ہیں جو کہ دیرپا ثابت ہوتا ہے۔ انسانی مزاج و عادات الگ ہونے کے باعث لوگ مختلف مزاج کے رنگوں کو پسند کرتے ہیں۔ آپ کو یہ جان کر شاید حیرانی ہو کہ انسانوں کی طرح رنگ بھی مختلف مزاج کے حامل ہوتے ہیں۔ کچھ گرم، کچھ سرد، کچھ سکون آور اور کچھ جذبات و احساسات میں تلاطم کا باعث بننے والے۔۔۔ سرخ رنگ کے خاندان سے تعلق رکھنے والے رنگ ”گرم“ کہلاتے ہیں۔ ان میں سرخ، نارنجی اور گہرا پیلا رنگ شامل ہے۔ گرم تاثیر کے رنگ انسانی جذبات اور کیفیات کو ابھارنے کا باعث بنتے ہیں۔ نیلے رنگ کے خاندان سے وابستہ رنگوں کو ”سرد“ رنگ کہا جاتا ہے۔ ان میں نیلے، جامنی اور سبز رنگ کے شیڈز شامل ہیں۔ یہ رنگ پُرسکون مزاج رکھتے ہیں اور ان کا ضرورت سے زیادہ استعمال ذہن کو سستی کی جانب دھکیل سکتا ہے۔ ماہرین نے تجربات سے ثابت کیا کہ لمبی طولِ موج والے رنگ مثلاً سرخ، زرد اور نارنجی جوش اور تیزی پیدا کرتے ہیں۔ جب کہ کم طولِ موج والے رنگ جیسا کہ نیلا، جامنی اور سبز انسانی جسم اور اعصاب کو پُرسکون اور ٹھنڈا رکھتے ہیں۔ جسمانی، ذہنی اور جذباتی طور پر گرم اور سرد رنگ کی مختلف تاثیر ہم سب محسوس کر سکتے ہیں۔ چمک دار اور گہرے رنگ توجہ کھینچنے کی زیادہ صلاحیت رکھتے ہیں جب کہ سرد رنگ ہلکے ہونے کی بدولت آنکھوں کو بھی ٹھنڈک اور خوش گواریت کا احساس دلاتے ہیں۔

بلاشبہ رنگ ہماری زندگی میں کلیدی کردار ادا کرتے ہیں۔ رنگوں کی انسانی جسم اور دماغ کو متاثر کرنے کی صلاحیت کی بدولت متعدد ماہرین اور معالجین رنگین شعاعوں کو متبادل علاج کا مستند ذریعہ مانتے ہیں۔ تحقیقات سے یہ بات ثابت ہو چکی ہے کہ ہلکے اور ٹھنڈے مزاج کے رنگ نہ صرف گرد و پیش کے ماحول میں توازن لاتے ہیں، بل کہ یہ انسانی مزاج اور نفسیات کو دھیرے دھیرے بدلنے کی صلاحیت اور پُرسکون رکھنے کی صلاحیت بھی رکھتے ہیں۔ ذہنی تناؤ کی کیفیت زیادہ تر بیماریوں کی جڑ ہوتی ہے، لہٰذا مناسب رنگوں کی مدد سے متاثرہ شخص کے ذہنی تناؤ کو دور کر کے اسے متعدّد ذہنی اور جسمانی بیماریوں سے بروقت بچایا جا سکتا ہے۔ یہ ہی وجہ ہے کہ چین، جاپان اور مصر سمیت کئی قدیم تہذیبوں میں

تنزیلہ احمد

تصویرِ کائنات کے رنگ

جسمانی اور اعصابی بیماریوں کے علاج کے لیے کلر تھراپی کا استعمال رائج تھا۔ اس طریقہ علاج کو ”کروموتھراپی“ کہا جاتا ہے اور آج کا جدید دور اس تھراپی میں بھی جدت لے آیا ہے۔ کلر تھراپی سے مریض کا اعصابی تناؤ کم ہوتا اور جسم پر مثبت اثر پڑتا ہے۔ رنگوں کو مخصوص انداز میں یوں بروئے کار لایا جاتا ہے کہ مریض کو اپنی زندگی میں مثبت توانائی کا احساس ہونے لگے۔ اس طریقہ علاج میں سرخ رنگ کا استعمال ذہن و جسم کو متحرک اور خون کے بہاؤ کو تیز کرنے کے لیے کیا جاتا ہے۔ جب کہ پیلا رنگ اعصابی نظام کو متحرک اور جسم کو پُرسکون رکھتا ہے۔ پھیپھڑوں کے امراض اور توانائی بڑھانے کے لیے نارنجی رنگ کا استعمال جب کہ نیلا رنگ ذہنی سکون اور جسمانی درد دور کرنے کے بروئے کار لایا جاتا ہے۔ سبز رنگ معدے کی تیزابیت سمیت دل کی جلن کم کرنے میں معاون ثابت ہوتا ہے۔ ’کلر تھراپسٹ‘ کا ماننا ہے کہ ہمارے ماحول میں موجود دھنک رنگ دراصل ہمارے جسم کا بھی اہم حصہ ہیں۔ ان کی کمی بیشی بیماریوں کو جنم دینے کی وجہ بنتی ہے۔ جسم میں موجود رنگوں کی کمی کو پورا کرنے کے لیے مریض کے جسم کے مختلف حصوں پر رنگین مارکرز سے نشانات لگا کر علاج کرتے ہیں۔

ملبوسات کے رنگ نہ صرف ہمارے مزاج پر اثرپزیر ہوتے ہیں، بل کہ ہمارے آس پاس کے لوگوں کے مزاج کو بھی متاثر کرنے کی قوت رکھتے ہیں۔ اس لیے خصوصی ملاقات اور تقریبات میں شرکت سے قبل کپڑوں کے رنگ کے انتخاب میں احتیاط سے کام لینا چاہیے۔ جب بھی بلاوجہ کی اداسی، کم زوری یا توانائی کی صورت میں، سرخ یا نارنجی رنگ کے لباس کو ترجیح دینے سے مزاج پر اچھا اثر پڑ سکتا ہے۔ سرخ لباس خون کی روانی بڑھانے اور اعصاب کو چاک و چوبند کرنے کا باعث بنتا ہے۔ روحانی توانائی بڑھانے کی ضرورت درپیش ہو تو جامنی رنگ کا لباس مفید ثابت ہوتا ہے۔ اعصابی کمزوری کا شکار افراد پیلے رنگ کے لباس زیبِ تن کریں تو اپنے حوصلے مضبوط ہوتے محسوس کریں گے، کیوں کہ پیلا رنگ دماغی صلاحیتوں کو بڑھاتا اور ذہنی الجھنوں کو سلجھاتا ہے۔ ہماری شخصیت پر رنگوں کے اثرات بہت دوررس ہوتے ہیں۔ کچھ رنگ بین الاقوامی طور پر خاص معنویت اور اہمیت کے حامل ہیں۔ جیسا کہ سفید رنگ کو امن کی علامت جب کہ سرخ رنگ خطرے کی علامت سمجھا جاتا ہے۔ اسی طرح کالے رنگ کو موت، خوف اور پُراسراریت جب کہ کھلتے سبز رنگ کو خوش حالی، سکون اور زندگی کی علامت تصور کیا جاتا ہے۔

رنگوں کے انتخاب اور پسند ناپسند کے معاملے میں نوجوان جتنے پُرجوش ہوتے ہیں، رنگوں کی تاثیر اور خصوصیات کے بارے میں اتنے ہی لاعلم دکھائی دیتے ہیں۔ آتشی رنگ یعنی زرد، سرخ اور نارنجی چوں کہ حدّت اور ہیجان انگیزی کی علامت گردانے جاتے ہیں، اس لیے ان کا ضرورت سے زیادہ مستقل استعمال مزاج میں شدّت، نفسیاتی الجھنوں اور عدم توازن پیدا کرنے کا باعث بنتا ہے۔ اس لیے ضروری ہے کہ شرارتی گہرے رنگوں کا استعمال کرنے والے اپنی زندگی اور ماحول میں ہلکے اور ٹھنڈی تاثیر کے رنگ بھی شامل کر لیں، جب کہ سرد مزاج کے رنگ جیسا کہ نیلا اور سبز استعمال کرنے والے پُرسکون اور متوازن زندگی گزرتے ہیں۔ انھیں کبھی کبھار گرم مزاج کے رنگوں کو بھی زندگی کا حصہ بنانا چاہیے، تاکہ اعصاب سست نہ پڑیں اور زندگی میں جوش اور زندہ دلی کا عنصر کبھی ماند نہ پڑے۔۔۔ سبز رنگ تروتازگی اور شگفتگی کا احساس اجاگر کرتا ہے۔ ہلکا نیلا رنگ سمندر کا عکاس جب کہ گہرا نیلا آسمان کی وسعت ظاہر کرتا ہے۔ سفید سادگی، پاکیزگی اور امن کا رنگ مانا جاتا ہے۔ یہ ٹھنڈک اور طمانیت کا احساس دلاتا ہے۔ اسی وجہ سے گرم موسم میں ہلکے رنگ کے لباس کو فوقیت دینی چاہیے۔ سیاہ رنگ گرم اور سبھی رنگوں کو اپنے اندر جذب کرنے کی خاصیت رکھتا ہے۔ کچھ لوگوں کو اس رنگ سے عجیب قسم کی وحشت محسوس ہوتی ہے، چوں کہ سیاہ گرمی کو جذب کرنے کی صلاحیت رکھتا ہے، اس لیے سرد موسم میں یہ رنگ حدّت اور توانائی کا احساس دلاتا ہے۔ سادہ سا اصول ہے کہ چمک دار، گہرے، گرم اور متحرک رنگ توانائی میں اضافہ کرتے ہیں جب کہ ہلکے اور ٹھنڈے مزاج کے رنگ ٹھہراؤ اور سکون لانے کا باعث بنتے ہیں۔

دو رنگوں کے ملاپ سے بننے والا تیسرا رنگ تکمیلی رنگ کہلاتا ہے، جیسا کہ سرخ رنگ کو پیلے رنگ کے ساتھ ملانے سے نارنجی رنگ بنتا ہے۔ بنیادی اور تکمیلی رنگ جذبات و احساسات کا مکمل اظہار ہیں۔ یہاں اہم تر سوال یہ ہے کہ رنگوں سے ہم کیسے فائدہ حاصل کر سکتے ہیں؟ اپنے گرد و پیش اور زیرِ استعمال اشیا کا بغور مشاہدہ کیجیے کہ آپ کی زندگی میں کون کون سے رنگ غالب ہیں اور عمومی معاملات اور زندگی میں دوسروں کے ساتھ آپ کا ردِّ عمل کس طرح کا ہوتا ہے۔ اپنے ملبوسات اور کمرے کی سجاوٹ پر گہری نظر ڈالیے۔ غور کیجیے کہ آپ کے ساتھی کے کون کون سے پسندیدہ رنگ ہیں اور ان کے ساتھ آپ کا میل جول کس قسم کا ہے۔ کیا مختلف رنگ آپ میں مختلف احساسات اور جذبات بیدار کرتے ہیں؟ اور کون کون سے ایسے رنگ ہیں جن کے ساتھ آپ کے اچھے تعلقات نہ ہونے کے برابر ہیں۔ گھر اور گرد و نواح میں دکھائی دیتی ہریالی، سبزہ اور رنگین پھول بوٹے آپ کے مزاج پر کیسا اثر چھوڑتے ہیں۔ یوں نامحسوس طور پر آپ جاننے لگیں گے کہ کون سے رنگ آپ کے لیے باعث خوشی ہیں اور کون سے چڑچڑے پن اور تھکاوٹ کا سبب۔ یہ جان لینے کے بعد آپ اپنی زندگی کی تصویر میں ایسے رنگوں کو ضرور شامل کرنا چاہیں گے جو آپ کے مزاج اور ذہنی و جسمانی صحت کو بہتر بنانے میں کلیدی کردار ادا کر سکیں۔ زیرِ استعمال کمرے، ملبوسات اور اشیاے ضروریات کے رنگوں میں اہم تبدیلیاں ذہنی آسودگی کا باعث بن کر خوشی پہنچانے کا ذریعہ بن سکتی ہیں۔

عام زبان میں درحقیقت یہ ہی کلر تھراپی ہے۔ قصہ مختصر یہ کہ رنگ ہمارے دماغ اور جسم پر مثبت اور منفی اثرات چھوڑتے ہیں، اس لیے ہمیں اپنے مزاج، فطرت اور ماحول کو مدِّنظر رکھتے ہوئے رنگوں کے متوازن انتخاب و استعمال کو زندگی کا لازمی جزو بنا لینا چاہیے۔

ٹریفک قوانین پر چالان کا حکم اور اس کی متبادل صورت

سوال: احناف کے نزدیک مالی جرمانہ ٹھیک نہیں ہے تو پاکستان میں جو ٹریفک قوانین پر چالان کیا جاتا ہے، اس کا کیا حکم ہے؟

جواب: واضح رہے کہ فقہائے احناف کے فتوے کے مطابق مالی جرمانہ لینا جائز نہیں ہے، لہٰذا قابلِ تنبیہ جرائم کے لیے ایسا مناسب متبادل تجویز کرنا چاہیے جس کی شریعت میں گنجائش ہو، مثلا: ٹریفک قوانین کی خلاف ورزی پر تنبیہ کے لیے یہ ضابطہ بنا دیا جائے کہ مقررہ تنبیہات کے بعد بھی خلاف ورزی ہو تو اس کا لائسنس کالعدم قرار دیا جائے اور کالعدم لائسنس کی تجدید کے لیے فیس بڑھا دی جائے تو اس صورت کی گنجائش ہوگی۔

مشینی ذبیحہ کا حکم اور متبادل جائز طریقہ

سوال: مشینی ذبیحہ میں ایک منٹ میں تقریبا 150 مرغیاں ذبح کی جاتی ہیں، آیا اس طریقے سے ذبح کرنا جائز ہے؟

جواب: واضح رہے کہ مذکورہ مشینی ذبیحہ حلال نہیں، اس لیے کہ مشین میں لگی ہوئی چھری کے ہوتے ہوئے یہ ممکن نہیں کہ ہر مرغی پر ذبح کرنے والا خود تسمیہ (بسم اللہ) پڑھے اور مشین اسٹارٹ کرتے ہوئے تسمیہ پڑھنا یا چھری کے پاس کھڑے ہونے والے شخص کا تسمیہ پڑھنا شرعی تقاضے کو پورا نہیں کرتا، نیز ذبح سے قبل مرغی کی موت واقع ہونے کا اندیشہ ہے، البتہ مذکورہ طریقہ میں چند ترمیمات کرکے اسے شریعت کے مطابق بنایا جاسکتا ہے:

1. جس پانی سے مرغیوں کو ذبح سے قبل گزارا جاتا ہے، اس میں کرنٹ نہ چھوڑا جائے۔
2. مشین میں سے چھری نکال دی جائے اور اس کی جگہ چند مسلمان یا اہلِ کتاب کھڑے کردیے جائیں، مرغیاں جب ان کے سامنے سے گزریں تو ان میں سے ہر ایک مرغی پر تسمیہ پڑھتے ہوئے اس کو شرعی طریقے کے مطابق ذبح کرے۔
3. جس پانی سے مرغیوں کو ذبح کرنے کے بعد گزارا جاتا ہے، وہ اتنا زیادہ گرم نہ ہو کہ ابلنے کی حد تک پہنچ جائے۔

گرافک ڈیزائننگ سکھانے کا حکم

سوال: میں ایک گرافک ڈیزائنر ہوں اور میں یوٹیوب پر گرافک ڈیزائننگ سکھاتا ہوں اور میں آپ سے یہ فتویٰ لینا چاہتا ہوں کہ کیا میری یوٹیوب کی کمائی حلال ہوگی یا حرام؟

جواب: واضح رہے کہ یہاں دو مسئلے غور طلب ہیں:

★ گرافک ڈیزائننگ سکھانے کا حکم

★ یوٹیوب پر سکھانے کی صورت میں اس کی آمدنی کا حکم

-- کسی خاص پیغام کو تحریر، تصویر اور مختلف شکلوں کے امتزاج سے بہتر طریقے سے پیش کرنے کے کام کا نام گرافک ڈیزائننگ ہے، گرافک ڈیزائننگ سکھانے میں اگر جان دار کی تصویر کی مدد نہ لی جائے اور ویڈیو وغیرہ کے ذریعے سکھانے میں بیک گراؤنڈ میوزک کا استعمال نہ کیا جائے تو گرافک ڈیزائننگ سیکھنا اور سکھانا اور اس پر ان لوگوں سے طے شدہ اجرت لینا جائز ہے، اس لیے اگر آپ گرافک ڈیزائنر ہیں اور یہ ہنر دوسروں کو سکھاتے ہیں تو اس میں ان دو چیزوں کا خیال رکھیں تو آپ کے لیے یہ ہنر سکھانا جائز ہوگا۔

یوٹیوب پر گرافک ڈیزائننگ سکھانا

واضح رہے کہ یوٹیوب پر گرافک ڈیزائننگ یا کوئی بھی چیز سکھانے کے لیے عام طور پر یہی طریقہ رائج ہے کہ ایک شخص اپنا پیج/چینل بناتا ہے اور اس پر اپنے فن کے مظاہرے دکھاتا ہے، رفتہ رفتہ لوگ اس کو فالو کرنے لگتے ہیں، جب اس کے فالورز بڑھتے ہیں تو ”یوٹیوب“ اپنے چینل ہولڈر کی اجازت سے اس میں اپنے مختلف کسٹمر کے اشتہار چلاتا ہے اور اس کی ایڈورٹائزمنٹ اور مارکیٹنگ کرکے ویڈیو اپ لوڈ کرنے والے کو بھی پیسے دیتا ہے۔

اس کا شرعی حکم یہ ہے کہ اگر چینل پر ویڈیو اپ لوڈ کرنے والا کسی بھی غیر شرعی شے کا اشتہار اپ لوڈ کرے یا میوزک اور موسیقی پر مشتمل ویڈیو اپ کرے یا اسے اس کے لیے کوئی غیر شرعی معاہدہ کرنا پڑ رہا ہو یا کوئی بھی ایسا کام کرنا پڑے جو شرعاً جائز نہ ہو تو اس کے لیے پیسے کمانا جائز نہیں ہے۔

عام طور پر اگر ویڈیو میں مذکورہ خرابیاں نہ بھی ہوں تب بھی یوٹیوب کی طرف سے لگائے جانے والے اشتہار میں خرابیاں پائی جاتی ہیں اور ہماری معلومات کے مطابق یوٹیوب کو اگر ایڈ چلانے کی اجازت دی جائے تو اس کے بعد وہ ملکوں کے حساب سے مختلف ایڈ چلاتے ہیں۔ مثلا: پاکستان میں اسی ویڈیو پر وہ کوئی اشتہار چلاتے ہیں اور مغربی ممالک میں اس پر وہ کسی اور قسم کا اشتہار چلاتے ہیں جس میں بسا اوقات حرام اور ناجائز چیزوں کی تشہیر بھی کرتے ہیں۔ ان تمام مفاسد کے پیشِ نظر یوٹیوب پر ویڈیو اپ لوڈ کرکے ان اشتہارات کی مد میں پیسے کمانے کی شرعا اجازت نہیں ہے۔

اگر یوٹیوب پر ہی گرافک ڈیزائننگ سکھانا ہو تو اس کی ایک ممکنہ جائز متبادل صورت یہ ہوسکتی ہے کہ ایک تو مذکورہ بالا خرابیوں سے اجتناب کرے اور پھر یوٹیوب کو اس پر ایڈ چلانے کی اجازت نہ دی جائے، بلکہ جن لوگوں کو سکھایا جا رہا ہے ان سے فیس مقرر کرلی جائے اور ویڈیو اپ لوڈ کرنے سے پہلے اس کی پرائیویسی پبلک کی بجائے صرف انہی مخصوص لوگوں کے لیے کردی جائے جو آپ کو فیس ادا کر رہے ہیں، یوں آپ کی اپنی محنت کی کمائی جائز ہوگی۔

مسائل پوچھیں اور سیکھیں

مفتی محمد توحید

کاغذات کی حوالگی کے وقت نئی قیمت لگانے کا حکم

سوال: میں نے ایک پلاٹ خریدا تھا دس لاکھ روپے کا، اس میں سے پانچ لاکھ دے چکا ہوں، باقی رقم دینے کے لیے شرط یہ ہے کہ جس دن بائع زمین کے کاغذات حوالے کرے گا، اس دن بقیہ رقم دوں گا۔ چار سال گزر گئے، لیکن بائع (بیچنے والے) نے کاغذات میرے حوالے نہیں کیے۔ اب بائع کہہ رہا ہے کہ زمین کی نئی قیمت لگاؤں گا، حالاں کہ اس میں میرا نقصان ہے۔ معلوم یہ کرنا ہے کہ یہ پلاٹ نئی قیمت پر خریدا جائے گا یا پرانی قیمت پر؟

جواب: واضح رہے کہ خرید وفروخت کے معاملات میں صرف ایجاب و قبول سے ہی عقد (معاملہ) مکمل اور لازم ہو جاتا ہے اور بدلین (قیمت اور خریدی ہوئی چیز) پر فریقین (بیچنے والا اور خریدار) کی ملکیت ثابت ہو جاتی ہے، اگرچہ خریدار نے مبیع (خریدی ہوئی چیز) پر قبضہ نہ کیا ہو۔

صورتِ مسئولہ کے مطابق عقد چار سال پہلے 10 لاکھ پر مکمل ہو گیا تھا اور مشتری 10 لاکھ کے عوض اس زمین کا مالک بھی بن گیا تھا، لہٰذا بائع (بیچنے والے) کا نئی قیمت لگانے کا مطالبہ جائز نہیں، مشتری (خریدار) صرف 10 لاکھ دینے کا ہی پابند ہے۔

اہلِ ایمان کے لیے جنت کی نعمتیں کیوں؟

سوال: ایک ایرانی افسانہ نگار کا ایک طنز بھرا جملہ کافی کنفیوز کرتا رہتا ہے، اسے ہمیں زِچ کرنے کے واسطے وقتاً فوقتاً ٹول کِٹ (ToolKit) کے طور پر ان کی طرف سے خوب Viral بھی کیا جاتا ہے۔

اس کا کہنا ہے کہ ”جہنمیوں کو ”سیکس اور شراب“ کی وجہ سے سزا ملے گی، جبکہ جنتیوں کو جزا کے طور پر ”سیکس اور شراب“ ملیں گے !!! ہمارے بعد والے ہم پر خوب ہنسیں گے۔

”راہِ کرم آپ اس کا تشفّی بخش (AnswerReasonable) جواب دیں تو نوازش ہو گی!

بسا اوقات طلبا میں بھی ان چیزوں کی وضاحت کرنی پڑتی ہے۔

جواب: پہلے تو یہ بات ملحوظ رکھنی چاہیے کہ ان الفاظ اور جملوں کو لفظاً و معناً نیز استدلالاً دونوں سطح پر یکساں سمجھنا اور پھر اس پر ایسا تبصرہ کرنا یہ سراسر ایک مغالطہ (Fallacy) ہے، ورنہ کہاں جنت کا پاکیزہ مقام اور انعام اور کہاں دنیا کی کریہہ و غلیظ شراب و کباب !!!

اس مغالطاتی وضاحت کے بعد اسے سمجھنے کے لیے آپ بطورِ تمہید پہلے یہ سمجھ لیں کہ جنت اور جہنم یہ ایک اسلامی عقیدے کا اہم حصہ ہے۔ یہ کائنات خالقِ کائنات کی جاگیر ہے، انسان اس کی اشرف ترین مخلوق ہے۔ دینِ اسلام سبھی انسانوں کو اس خالق کی طرف بلاتا ہے، جو آتا ہے اور اسے مانتا ہے تو پھر اپنے ماننے والے (Believers) کو تاعمر ایک خالق و مالک، اسی کی ہدایت (Direction) اور اسی کی مرضیات کا پابند بنے رہنے کا کہتا ہے۔

نتیجتاً جب انسان پابند ہو کر زندگی گزارتا ہے تو اسے انعام میں وہ سب کچھ ملتا ہے جس کا تصوّر بھی یہاں نہیں کیا جاسکتا۔

بس جنت کا نام ہی اسے عیاں کرنے کے لیے کافی ہے۔ جنت کی صورت میں ملنے والے اس انعام کو فقط حرام شراب اور ممنوع سیکس تک (وہ بھی اسے دنیاوی ممنوع سطح پر رکھ کر) محدود جاننا یہ کور عقلی کی دلیل ہے، جبکہ اس کے بر عکس مخالفت کرنے والے کے لیے جہنم کا نام ہی سزا کے لیے کافی ہے۔

گویا ربِّ کریم کی اطاعت سبب ہے اور انعامِ ربّانی اس کا نتیجہ اور اسی طرح نافرمانی سبب ہے اور سزا اس کا نتیجہ !

ملحدین کا المیہ یہ ہے کہ یہ ہمیشہ اسباب اور نتائج کو خلط ملط کر کے من مانی باتیں تراشتے رہتے ہیں ! مذکورہ بالا تمہیدی باتوں کو سمجھنے کے بعد مذکورہ ناول نگار کے طنز کی اصلیت آپ آسان انداز اور تمثیلی زبان میں یوں سمجھ اور سمجھا سکتے ہیں: فرض کریں اگر زید، عمرو وغیرہ کسی کمپنی میں ملازم ہیں۔ انھیں ان کا باس (Owner) وقت کا پابند بناتا ہے اور کہتا ہے کہ جو پوری پابندی کرے گا، کام کے وقت کسی طرح کی سستی و کاہلی، لایعنی کام، موبائل فون پر گیمز، آپس میں فضول مجلس آرائی سے مکمل پرہیز کر کے اپنا مکمل دھیان کام پر رکھے گا تو اسے ہم بعد میں فلاں فلاں مقام پر سیر و تفریح کرائیں گے، جہاں موج مستی اور اپنے خواہشات کی تکمیل کا پورا موقع دیا جائے گا، نیز گیمز اور اسپورٹس کا بھی پورا موقع فراہم کیا جائے گا۔

اس کے بر عکس جو کوئی دورانِ ملازمت اس پر عمل پیرا ہونے سے گریزاں رہے گا تو اس کی چھٹی کر دی جائے گی، پھر جائیے شوق سے گپیں لڑائیں، گیم کھیلیں !

ظاہر ہے پہلی صورت میں کمپنی کے مالک کی ہدایت پر کام کرنے والے کی نوکری بھی برقرار رہے گی، مالک کی رضامندی بھی ملے گی اور کچھ عرصے کے بعد سیر و تفریح کا سارا سامان بھی بطورِ انعام وہاں موجود ہو گا، جبکہ نوکری کے دوران باس کے حکم کے مخالف کام کر کے جس نے کام کے دوران من مانی سے کام لیا، مَوج مَستی کا رَسیا اور خواہشاتِ نفسانی کا غلام بنا تو اس کا انجام یہی ہو گا کہ اسے نوکری سے بھی ہاتھ دھونے پڑیں گے، سیر و تفریح سے محرومی اس پر مستزاد ! نوکری سے بر طرفی کے بعد کوئی پوچھے گا بھی نہیں، ہر جگہ ذلت کی ٹھوکریں کھاتا نظر آئے گا جو کہ ایک مستقل مصیبت ہو گی ! تو کیا اس حالت و کیفیت میں اس کے طرح کے سیکس و شراب والا لطیفہ کوئی نارمل اور صحیح دماغ والا انسان گھڑ پائے گا؟ کیا اس کی منطق اسے یہ کہنے پر آمادہ کرے گی:

”کمپنی میں باس کی ہدایت کے خلاف جا کر سستی کرنے والے کام چور کو سزا کے طور پر ملازمت سے بر طرف کر کے سیر و تفریح سے محرومی ملے گی، جبکہ کمپنی میں جی لگا کر کام کرنے والے باس کی ہدایت کے پابند ہو کر انھیں جزا کے طور پر ملازمت سے وابستگی اور سیر و تفریح کا پیکج بھی ملے گا، ہمارے بعد میں آنے والے ہم پر خوب ہنسیں گے۔“

اگر ہمت ہے تو افسانہ نگار صاحب اور ملحدین کبھی ان باتوں پر بھی خامہ فرسائی کرنے کی جرأت کریں ! اصولِ افسانہ نگاری اور آدابِ تحریر سب یاد آ جائیں گے !

یہ ہے مے کَشی کا ایک مسئلہ کہ مجھے کچھ اس میں کلام ہے
وہی خُلد میں حلال ہے، وہی اس جہاں میں حرام ہے

جواب ملاحظہ ہو:

یہ ہے بندگی کا ایک مسئلہ کہ نہیں کچھ اس میں کلام ہے
وہی حکم دیں تو حلال ہے وہی روک دیں تو حرام ہے

اُمید ہے کہ بات اچھی طرح واضح ہو گئی ہو گی !

انگلش ٹوائلٹ استعمال کرنا

سوال: کیا انگلش باتھ روم/ٹوائلٹ استعمال کرنا صحیح ہے؟ اس کے استعمال میں ناپاکی کا امکان رہتا ہے، اس کو استعمال کریں یا نہ کریں؟

جواب: واضح رہے کہ انگلش باتھ روم یا ٹوائلٹ کا استعمال منع نہیں ہے، اصل یہ ہے کہ حصولِ طہارت کا یقین ہو جانا چاہیے اور بول و براز کے وقت قبلے کی طرف رخ یا پیٹھ نہ ہونا چاہیے۔ اگر انگلش ٹوائلٹ استعمال کرنے میں ناپاکی کا خطرہ رہتا ہے تو استعمال سے احتراز کریں اور بحالتِ مجبوری اس طریقے پر استعمال کریں کہ ناپاک چھینٹیں نہ پڑیں اور پوری احتیاط کے باوجود اگر ناپاکی کپڑے یا بدن میں لگ جائے تو اسے بعد میں دھو لیں۔

استعمال شدہ پانی کی ٹریٹمنٹ کے بعد اس کو دوبارہ استعمال کرنے کا حکم

سوال: یہاں ٹریٹمنٹ پلانٹ میں گندے پانی (استعمال شدہ) کو دوبارہ صاف کر کے پینے کے لائق بنایا جاتا ہے تو کیا ایسے پانی سے وضو جائز ہے؟ واضح رہے کہ مزہ، بو اور رنگ میں کوئی فرق نہیں آتا۔

جواب: صورتِ مسئولہ میں جب نجاست یا گندگی پانی میں مل گئی اور اس کی حقیقت میں داخل ہو گئی تو صاف کرنے کے بعد بھی وہ پانی پاک نہیں ہو گا، کیوں کہ صاف کرنے کے باوجود بھی اس کی حقیقت نہیں بدلی، صرف اس کے اوصاف (رنگ، بو، مزہ) بدلے ہیں۔

آلو بخارے

• حکیم شمیم احمد

آلو بخارا خوش نما، ذائقے دار

ربِّ کائنات کی صناعی بھی خوب ہے، وہ اپنے بندوں کے لیے کیا کیا نعمتیں پیدا فرماتا ہے۔ انسان کی صحت اور بقا کے لیے موسم کی مناسبت سے انواع قسم کے خوش رنگ، رسیلے اور صحت بخش پھل اگاتا ہے۔ ان خوشنما ذائقہ دار رسیلے پھلوں کی طرف طبیعت کھنچتی چلی جاتی ہے اور ان خوشنما پھلوں کو دیکھ کر منہ میں پانی بھر آتا ہے۔ ان پھلوں میں سے ایک پھل آلو بخارا بھی ہے، یہ گرمیوں میں پیاس کی شدّت کو کم کرنے، متلی، گھبراہٹ، بے چینی دور کرنے کے لیے کثرت سے استعمال ہوتا ہے۔ اس پھل میں وٹامن سی بھرپور پایا جاتا ہے۔ یہ پھل قاطع صفرا ہے، اسی لیے جگر کی حدّت کو کم کر کے متلی و بے چینی اور شدّتِ پیاس میں مفید ہے۔

علاقے کی آب و ہوا، گرمی کی کمی بیشی اور مٹی کی تاثیر کے سبب آلو بخارے کے رنگ اور جسامت میں فرق پڑ جاتا ہے۔ اس کا اصل نام تو آلو ہے، لیکن بخارا شہر کی نسبت سے اسے آلو بخارا کہا جاتا ہے۔ دنیا میں سب سے زیادہ بڑا آلو بخارا فرانس میں، اس سے چھوٹا بخارا میں اور درمیانے درجے کا پاکستان میں پیدا ہوتا ہے۔ اس کا مزاج سرد تر ہے، جوانوں اور گرم طبیعت والوں کے لیے مفید ہے۔ جگر اور مثانے کی حرارت اور خون کی تیزابیت دور کرنے کی بے مثال قدرتی صلاحیت رکھتا ہے۔ دل کی گرمی، گھبراہٹ، دھڑکن اور شریانوں کے ارد گرد کولیسٹرول تحلیل کر کے خون کا دباؤ کم کرنا اس کا خاص فعل ہے۔

آلو بخارا ایک بہترین معالج

موسمِ گرما میں گرمیوں کی شدّت سے طبیعت میں بے چینی گھبراہٹ پیدا ہو جاتی ہے۔ دل متلانے لگتا ہے۔ اگر ہوا بند ہو جائے اور آپ کے بیڈ روم میں حبس کی وجہ سے نیند اچاٹ ہو رہی ہو اور دیواروں سے گرم بھبکے نکل رہے ہوں، کھانے کی رغبت اور اشتہا بالکل نہ ہو، ہر لمحہ ٹھنڈے مشروبات پینے کی خواہش ہو، دھوپ کی تپش اور تمازت کی وجہ سے جب طبیعت میں بے چینی اور گھبراہٹ محسوس ہوتی ہو۔ ایسی صورت میں یہ آپ کے لیے راحت اور سکون پیدا کرتا ہے۔ مرغن اور چکنائی سے بھرپور غذائیں کھانے کی وجہ سے متلی اور قے کی شکایت ہو جائے خاص کر رات کے وقت جب کسی ڈاکٹر یا حکیم تک رسائی ممکن نہ ہو تو یہ آپ کے لیے بہترین معالج ثابت ہوتا ہے، اگر آپ اس کی خوبیوں سے بخوبی واقف ہو جائیں تو آپ کے دل میں اس کی قدر بڑھ جائے گی اور آپ اس کو فریج میں بڑے اہتمام کے ساتھ رکھیں گے۔

جگر کی گرمی

اگر زیادہ مرغن اور مسالے دار غذاؤں کے کھانے سے جگر میں گرمی ہو جائے یا صفرا بڑھ جائے تو آلو بخارے کے ساتھ حسبِ ضرورت سونف، پودینہ، بڑی الائچی کے دانے، زیرہ سفید اور چھوٹی الائچی شامل کر کے ایک پیالی پانی میں جوش دے کر چھان کر ٹھنڈا کر کے پینے سے متلی، قے اور دستوں کی شکایت دور ہو جاتی ہے۔

سستی چٹ پٹی غذا

جن افراد کی طبیعت میں چڑچڑا پن ہو۔ صبح اٹھنے پر ہلکی کڑواہٹ، پیاس زیادہ اور بے چینی ہو معدے میں سختی یا جگر بڑھا ہوا ہو، وہ ایک پاؤ مونگ سالم کے ساتھ ایک سیر آلو بخارا پکا کر رکھ لیں، دونوں وقت سادہ روٹی کے ساتھ کھائیں تو ایک زود ہضم معدے کی سختی دور کرنے والی سستی چٹ پٹی غذا اور مفت کی دوا مل جائے گی۔ یہ غذا پیٹ بھر دے گی، مگر حرارے کم پیدا کرے گی، پیٹ کی سوجن اور چربی کم کرنے میں مدد دے گی۔ دوا کھانے کی ضرورت نہیں پڑے گی۔

آلو بخارا بے حد افادیت کا حامل ہے

آلو بخارا بہت لذیذ پھل ہے، نہ صرف لذیذ بلکہ اپنی کئی طبعی خصوصیات کی وجہ سے بے حد افادیت کا حامل ہے، اس کے درخت پاکستان میں کثرت سے پائے جاتے ہیں۔ آلو بخارے میں لحمیات (پروٹین) چکنائی، شکر، معدنیات مثلاً سائٹرک ایسڈ، کیلشیم اور فاسفورس پایا جاتا ہے۔ پھل کے طور پر اسے تازہ حالت میں بڑے شوق سے کھاتے ہیں۔ خشک حالت میں اسے کھانوں کی لذت بڑھانے چٹنی تیار کرنے کے علاوہ بطورِ دوا بڑے پیمانے پر استعمال کیا جاتا ہے۔

شدید قے، متلی اور قبض سے چھٹکارا پانے کے لیے

اطباء کہتے ہیں کہ تنہا خشک آلو بخارا منہ میں رکھ کر چوسنے سے بھی متلی اور قے رفع ہو جاتی ہے۔ خصوصاً وہ خواتین جو امید سے ہوں ان کی متلی اور قے میں بھی بہت مفید ہے۔ اس سے غذائیت بھی حاصل ہوتی ہے۔ شدید پیاس کی حالت میں یا جب لو چل رہی ہو خشک آلو بخارا چوسنا فائدہ مند ہے۔ شدید قے اور متلی سے نجات حاصل کرنے یا قبض سے چھٹکارا پانے کے لیے۔

نسخہ: 5 سے 10 آلو بخارے ایک پیالی گرم پانی میں ڈھائی تین گھنٹے کے لیے بھگو دیے جاتے ہیں اور پھر انہیں مل کر اور چھان کر یہ پانی مریض کو پلا دیا جاتا ہے۔ ضرورت پڑنے پر یہ نسخہ دن میں دو مرتبہ استعمال کیا جاسکتا ہے۔ تیز بخار کی صورت میں بھی جب منہ کا ذائقہ کڑوا ہو یہی نسخہ استعمال کرنا چاہیے۔ یہ نسخہ ایسے سر درد کا بھی علاج ہے جو تیز دھوپ میں چلنے یا گرم ماحول میں کام کرنے سے ہو جاتا ہے۔

شدید سر درد، بڑھے ہوئے فشارِ خون (ہائی بلڈ پریشر میں)

نسخہ: آلو بخارا 5 عدد، سونف ایک چمچ اور منقیٰ 7 عدد

ان سب اجزا کو رات ایک پیالی گرم پانی میں بھگو دیں اور صبح مل چھان کر پی لیں، اگر سردی کا موسم ہو تو پانی نیم گرم کر لیں، لیکن آلو بخارے کو بہت زیادہ نہیں پکانا چاہیے کیوں کہ اس کے فوائد کم ہو جاتے ہیں، اگر اجابت زیادہ ہو رہی ہو تو اس نسخے میں سے منقیٰ نکال دیں، جگر کی کمزوری اور یرقان کی بعض قسموں میں بھی یہ مفید ہے۔ خیال رہے کہ جن لوگوں کو کھانسی یا نزلہ رہتا ہو یا ان کا حلق خراب رہتا ہو، وہ اس نسخے کو استعمال نہ کریں۔ اسی طرح سخت سرد موسم میں بھی یہ نسخہ احتیاط کے ساتھ استعمال کرنا چاہیے۔

طِبّی مشورہ

ایک مریضہ میرے مطب میں آئیں اور کہنے لگیں مجھے عرصہ دراز سے بلڈ پریشر کی شکایت ہے اور مجھے اس کے لیے مستقل دوا استعمال کرنی پڑتی ہے۔ میں مریضہ کی تفتیش اور تشخیص کے بعد اس نتیجے پر پہنچا کہ مریضہ مرغن غذائیں کھانے کی عادی ہیں اور ساتھ ہی محنت مشقت سے بھی جی چراتی ہیں۔ رات کھانا کھانے کے بعد چہل قدمی کیے بنا سو جاتی ہیں، چناں چہ اس کی وجہ سے ان کے جگر میں صفرا بڑھ گیا اور یہی ہائی بلڈ پریشر کا سبب بنا۔ میں نے مرغن غذاؤں سے پرہیز کرنے اور آرام طلبی چھوڑنے کا مشورہ دیا اور تین سے پانچ عدد آلو بخارے ایک پیالی پانی میں بھگو کر مل چھان کر استعمال کروائے، چند ہی دنوں میں بلڈ پریشر معمول پر آگیا اور دواؤں سے نجات مل گئی۔ قدیم اطبّا موسمِ گرما میں آلو بخارے کے ساتھ املی کا شربت پینے کا مشورہ دیا کرتے تھے۔

آلو بخارا دوا بھی اور غذا بھی

جو افراد پیٹ بڑھنے، ریاح کی تولید، اور اپھارہ کے شاکی ہوں، ان کے لیے آلو بخارا دوا بھی ہے اور غذا بھی، ایسے مریض روزانہ ایک پاؤ آلو بخارے کا ناشتا کر کے دوسری تمام غذائیں ناشتے میں نہ لیں تو چند روز کے استعمال سے پیٹ ہلکا، قبض دور اور چربی کم ہونا شروع ہو جاتی ہے۔ وہ صبح آلو بخارے کا ناشتا کریں اور دونوں وقت سوکھی روٹی، موسمی سبزیاں سادہ یا گوشت میں پکی ہوئی کھائیں۔ شام چار بجے بھی عمر اور طاقت کے مطابق آدھ پاؤ آلو بخارے کھانے سے چند ہفتوں میں پیٹ ہلکا اور وزن کم ہونا شروع ہو جاتا ہے، اس کے ساتھ لیموں کی تازہ سکنجبین دن میں ایک دو مرتبہ اور موسمی پھل کھانے سے پیٹ کم کرنے میں مزید آسانی ہوتی ہے۔ ایسے مریضوں کو مٹھائی، دال ماش، دال چنا اور بادی اشیا سے پرہیز کرنا چاہیے۔

آلو بخارے کے متفرق فوائد

ملیریا بخار میں، تیز بخار سر درد اور سر میں زیادہ بوجھ ہو اور شدّتِ مرض میں مریض بہکی بہکی باتیں کرنے لگے تو۔۔۔

نسخہ: آلو بخارا 7 سے 21 دانے تک، گلِ نیلوفر تولہ بھر اور عناب 7 دانے۔۔۔ تین پاؤ پانی میں بھگو کر مل چھان کر شکر ملا کر برف سے ٹھنڈا کر کے ہر آدھے گھنٹے کے بعد پانچ، سات مرتبہ آدھی پیالی پلانے سے بحرانی کیفیت ختم ہو جاتی ہے، سر درد کو سکون اور بخار میں کمی ہو جاتی ہے۔

بعض مریضوں کے کانوں میں سائیں سائیں اور کسی کو سیٹیاں بجنے کی آوازیں آتی رہتی ہیں، کئی مریض سر میں چکر آنے کی شکایت کرتے ہیں اور کسی کو ہر شے گھومتی ہوئی نظر آتی ہے۔ یہ بیماریاں دماغ میں زہریلے فضلات جمع ہونے سے رونما ہوتی ہیں۔

نسخہ: ایسے مریض متواتر دس گیارہ روز صبح تازہ آلو بخارا پاؤ بھر کا ناشتا کریں اور چار بجے۔۔۔ منڈی بوٹی، سونف اور پوست آملہ تینوں تولہ تولہ بھر صبح گلاس بھر پانی میں بھگو دیں، شام کو ہاتھ سے مل چھان کر شربت بنفشہ ملا کر پیتے رہیں۔۔۔ گیارہویں دن اس محلول میں ایک ایک تولہ برگِ سنا اور گلِ سرخ یعنی گلاب کے پھول ملا کر سیر بھر پانی میں تین چار جوش دیں، ایک گلاس چھان کر کھانڈ ملا کر صبح پیجیے اور دو گھنٹے بعد پھر ایک گلاس پیجیے اگر تین چار بودار دست آجائیں تو تیسری خوراک نہ پییں اور پیاس بجھانے کے لیے عرق مکو اور عرقِ بدیان دو دو چھٹانک تک گھنٹے دو گھنٹے بعد پیتے رہیں۔ اگر دو خوراک پینے سے خاطر خواہ جلاب نہ لگیں تو تیسری خوراک بھی پی سکتے ہیں۔ اس نسخے سے اگر پورے طور پر چکر یا کان بجنا درست نہ ہو تو یہی خساندہ پی کر دوبارہ برگہ ثناء اور گلِ سرخ ملا کر پی لیں۔ جلاب کے دن ملائم کھچڑی، دودھ چاول یا شوربہ چاول استعمال کرنا ضروری ہے۔

ایسے لوگ جو غذائیں تو زیادہ حرارے پیدا کرنے والی کھائیں، مگر محنت مشقت سے جی چرائیں تو ان کا جسم فربہ ہونا شروع ہو جاتا ہے۔ زیادہ غذائیں حرارے چربی کی شکل میں پیٹ پھلا دیتے ہیں۔ بعض لوگوں میں چربی کی گلٹیاں بھی بننے لگتی ہیں۔ آلو بخارا اس زائد چربی کو تحلیل کر کے جسم کو ہلکا اور دبلا بنا دیتا ہے۔ خاص طور پر دل کے ارد گرد جمی ہوئی کولیسٹرول کی تہ میں نمایاں کمی ہو جاتی ہے۔

حضرت اُمِ عمارہ رضی اللہ عنہا

ندا اختر

حضرت اُمِ عمارہؓ جن کا نام نسیبہ بنت کعب المازنیہ تھا اور جو اسلام میں فنِ تیمارداری کی سردار مانی جاتی تھیں، نہایت بہادر اور قوی دل کی مالک تھیں۔ وہ ان نایاب خواتین میں سے تھیں جو جرأت مندی ثابت قدمی اور بہادری میں اپنا ثانی نہیں رکھتی تھیں۔

انھوں نے اپنے شوہر زید بن عاصمؓ کے ہمراہ جنگِ اُحد میں شرکت کی جہاں انھوں نے ایک طرف زخمیوں کی مرہم پٹی کی، پیاسوں کو پانی پلایا تو دوسری طرف تلوار اُٹھا کر آں حضرت ﷺ کے دفاع کا شرف بھی حاصل کیا۔ وہ خود جنگ میں اپنی شرکت کے بارے میں بتاتے ہوئے کہتی ہیں کہ جب مسلمان کم زور پڑنے لگے تو میں نبی کریم ﷺ کے قریب آکر تیر و تلوار سے آپ ﷺ کا دفاع کرنے لگی، یہاں تک کہ میرا بدن زخموں سے چور ہو گیا۔

میں نے دیکھا کہ نبی کریم ﷺ کے پاس سے لوگ چھٹ گئے تھے اور صرف چند لوگ باقی رہ گئے تھے جو دس سے بھی کم تھے۔ میں، میرے شوہر اور میرے دونوں بیٹے آں حضرت ﷺ کا دفاع کر رہے تھے اور لوگ شکست کھا کر وہاں سے گزر رہے تھے۔ آپ ﷺ نے دیکھا کہ میرے پاس ڈھال نہیں ہے، اسی وقت پیچھے پلٹ کر بھاگنے والے ایک شخص سے فرمایا: اپنی ڈھال انھیں دے دو جو لڑ رہے ہیں۔ تو اس نے اپنی ڈھال مجھے دے دی اور میں اس کے ذریعے نبی کریم ﷺ کا دفاع کرنے لگی۔ گھڑ سواروں نے ہمارا ناک میں دم کر رکھا تھا۔ اگر وہ ہماری طرح پیدل ہوتے تو ہم اللہ کی مشیت سے ان کا منہ توڑ جواب دیتے۔

اچانک ایک گھڑ سوار تیزی سے میری طرف بڑھا اور مجھ پر وار کیا جسے میں نے اپنی ڈھال پر روک لیا اور اس کی تلوار میرا کچھ نہ بگاڑ سکی۔ وہ پلٹ کر بھاگا تو میں نے تیزی سے اس کے گھوڑے کی کونچ کاٹ ڈالی، جس سے گھوڑا اپنی پیٹھ کے بل گر پڑا۔ یکایک رسول اللہ ﷺ نے پکار کر کہا: ”اے حضرت اُمِ عمارہؓ کے بیٹے! اپنی ماں کی خبر لو، اپنی ماں کی خبر لو، جلدی سے میرے بیٹے نے آکر میری مدد کی، یہاں تک کہ ہم نے اس کا کام تمام کر دیا۔“

حضرت اُمِّ عمارہؓ کے بیٹے کہتے ہیں اس روز میرا بایاں بازو شدید زخمی ہو گیا تھا۔ ایک نہایت لمبے چوڑے آدمی نے میرے اوپر وار کیا اور ٹھہرے بنا تیزی سے پلٹ گیا۔ خون تھا کہ رکنے کا نام نہیں لے رہا تھا۔ رسول اللہ ﷺ نے مجھ سے فرمایا اپنا زخم باندھ لو تو میری ماں زخموں کے لیے تیار کردہ پٹیاں لیے میرے پاس آئی اور میرے زخم پر پٹی باندھ دی۔ حضورِ اکرم ﷺ یہ سارا منظر دیکھ رہے تھے۔ مرہم پٹی کرنے کے بعد میری ماں نے مجھ سے کہا ”اُٹھو بیٹے اور لڑائی جاری رکھو“ تو رسول اکرم ﷺ فرمانے لگے: کون جھیل سکتا ہے جو کچھ تم جھیل رہی ہو حضرت اُم عمارہؓ! کہتی ہیں کہ میرے بیٹے پر وار کرنے والا شخص جیسے ہی سامنے آیا تو رسول اللہ ﷺ نے بے ساختہ مجھ سے کہا: یہی ہے تمہارے بیٹے پر حملہ کرنے والا۔ میں نے فوراً اس کا راستہ روک کر اس کی پنڈلی پر وار کیا جس سے وہ ایک دم گر پڑا۔ میں نے رسول اللہ ﷺ کو مسکراتے ہوئے دیکھا، یہاں تک کہ مجھے ان کی داڑھیں نظر آنے لگیں۔ فرمایا تم نے بدلہ لے ہی لیا اُم عمارہؓ! پھر ہم نے اس وقت تک اس کا مقابلہ کیا جب تک کہ اسے مار نہیں دیا تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: شکر اللہ کا کہ جس نے تمھیں کام یابی عطا فرمائی اور تمہارے دشمن کی ہلاکت سے تمہاری آنکھوں کو ٹھنڈک پہنچائی اور خود اپنی آنکھوں سے تم نے اپنا بدلہ حاصل ہوتے دیکھا۔

حضورِ اقدس ﷺ حضرت اُمِّ عمارہؓ کے دفاع کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں: اُحد کے دن دائیں بائیں میں جدھر بھی دیکھتا اُمِ عمارہؓ مجھے لڑتی اور میرا دفاع کرتی نظر آئی۔ حضور اقدس ﷺ نے اس روز انھیں بڑی بہادری سے لڑتے ہوئے دیکھا۔ انھوں نے اپنا کرتا اپنی کمر پر کس رکھا تھا اور لڑتے لڑتے تقریباً تیرہ زخم ان کے جسم کی زینت بن چکے تھے۔

جنگ کے دوران اُمِّ عمارہؓ نے آپ ﷺ سے کہا: دعا فرمائیے! حق تعالیٰ سے کہ ہم جنت میں آپ کے ساتھ ہوں، آپ ﷺ نے بے ساختہ فرمایا: یا اللہ! انھیں جنت میں میرا ساتھ عطا فرما تو حضرت اُمِّ عمارہؓ نے جواب دیا: اب دنیا میں میرے ساتھ کچھ بھی ہو کچھ پرواہ نہیں۔

دینِ اسلام کے بنیادی عقائد میں سے اہم ترین عقیدہ عقیدۂ ختمِ نبوت ہے، جس پر مسلمانانِ عالم متفق ہیں، اِس مبارک عقیدے کی عظمت کو بیان کرنے کے لیے اِتنا کہہ دیناہی کافی ہے کہ یہ عقیدہ پورے دینِ اسلام کی رُوح ہے، جیسے رُوح کے بغیر جسم کی کوئی حیثیت نہیں ایسے ہی عقیدۂ ختمِ نبوت کے بغیر کسی عمل کی کوئی اہمیت نہیں، اگرچہ لاکھوں نمازیں پڑھے، روزے رکھے، حج کرے۔ خدائے ذوالجلال کی توحید کے بعد سرورِ عالم حضرت محمد ﷺ کی نبوت و رسالت سب سے اہم ہے، جس طرح بغیر توحید کے اقرار کے کوئی شخص مسلمان نہیں ہو سکتا، اسی طرح بغیر ختمِ نبوت کے اعتراف کے کوئی شخص مسلمان نہیں ہو سکتا۔

قادیانیت اس دور کا سب سے خطرناک فتنہ ہے۔ قادیانیوں کا عقیدہ ہے کہ مرزا ملعون آخری نبی ہے نعوذ باللہ! یہ لوگ مسلمانوں کے روپ میں مسلمانوں کے ایمان کو لوٹنے کی کوشش کرتے ہیں، اس لیے ہر صاحب کے ذمے ہے کہ اس کے سدِّ باب کی کوششوں میں شریک ہو۔

تمام مکاتبِ فکر کا متفقہ فتویٰ ہے کہ قادیانیوں /مرزائیوں سے خرید و فروخت، تجارت، لین دین، سلام و کلام، ملنا جلنا، کھانا پینا، شادی و غمی میں شرکت، جنازے میں شرکت، تعزیت، عیادت، ان کے ساتھ تعاون یا ملازمت سب شریعتِ اسلامیہ میں سخت ممنوع اور حرام ہیں۔ قادیانیوں کا مکمل بائیکاٹ ان کو توبہ کرانے کا بہت بڑا علاج اور ان کی اصلاح اور ہدایت کا بہت بڑا ذریعہ اور ہر مسلمان کا اولین ایمانی فریضہ ہے اور رسول اللہ ﷺ سے محبت کی نشانی ہے۔ لہٰذا قادیانی مصنوعات کا کلی طور بائیکاٹ ایمانی غیرت کا تقاضا ہے۔

سابق وزیرِ اعظم ذوالفقار علی بھٹو کے دورِ حکومت میں ۷ ستمبر 1974 کو قادیانیوں کو متفقہ طور پر غیر مسلم اقلیت قرار دیا۔ اس کے بعد 26 اپریل 1984 کو صدرِ پاکستان جنرل ضیاالحق نے تعزیرات پاکستان میں دفعہ 298 بی اور 298 سی کا اضافہ کرتے ہوئے قادیانیوں کو شعائرِ اسلامی کے غلط استعمال اور اپنے مذہب (قادیانیت) کی تبلیغ سے روک دیا۔ بعدازاں پاکستان کی عدالت ہائے عالیہ اور عدالتِ عظمیٰ نے بھی حکومت کے ان فیصلوں کی توثیق کرتے ہوئے نہ صرف قادیانیوں کو اپنے کفریہ عقائد کی تبلیغ و تشہیر سے منع کر دیا بلکہ اس کی خلاف ورزی پر سخت سزا بھی مقرر کی۔

بہت کم لوگوں کو معلوم ہوگا کہ امتناع قادیانیت آرڈیننس کے نفاذ سے پہلے شیزان بیکرز اور ریسٹورنٹس میں آں جہانی مرزا قادیانی کی ایک بڑی تصویر آویزاں ہوتی تھی، جس کے نیچے جلی حروف میں "بفیضانِ نظر حضرت اقدس مرزا غلام احمد مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام" لکھا ہوتا تھا (نعوذ باللہ)۔ امتناع قادیانیت آرڈیننس کے نفاذ کے بعد تمام بیکرز اور ریسٹورنٹس سے یہ تصویر ہٹا دی گئی، لیکن شیزان کمپنی لاہور کے اندر واقع جنرل منیجر کے دفتر میں آج بھی یہ تصویر آویزاں ہے جو قانون نافذ کرنے والے اداروں کے لیے لمحہ فکریہ ہے۔

ایک اہم اعتراض قادیانیوں کے بائیکاٹ کے حوالے سے کیا جاتا ہے کہ جب دیگر غیر مسلموں کے ساتھ معاملات کیے جا سکتے ہیں تو قادیانیوں کے ساتھ کیوں نہیں؟ اس کا عام فہم جواب یہ ہے کہ دیگر غیر مسلم، مسلمانوں کا روپ دھار کر اور شعائرِ اسلامی کو استعمال کر کے سادہ لوح مسلمانوں کو دھوکا نہیں دیتے اور تعلقات کا جھانسہ دے کر مسلمانوں کا ایمان نہیں لوٹتے، جب کہ قادیانیوں کا طریقِ واردات ہی یہی ہے کہ شعائرِ اسلامی اپنا کر اور تعلقات کا جھانسہ دے کر سادہ لوح مسلمانوں کا ایمان لوٹتے ہیں۔

بائیکاٹ کی دوسری اہم وجہ یہ ہے کہ ان کے تمام اہم اداروں اور افراد کی کمائی کا ایک مختص حصہ جماعت کے کاموں کے لیے وقف ہوتا ہے۔ کمائی کا یہ حصہ قادیانی اخبارات، قادیانی لٹریچر، تبلیغی سرگرمیوں، قادیانی مبلغین کے وظائف اور دیگر امور پر خرچ ہوتا ہے۔ آپ صرف شیزان کمپنی کو دیکھ لیں، شیزان قادیانیوں کا ملکیتی اور قادیانی جماعت کی بھرپور مالی معاونت کرنے والا ادارہ ہے، اس کی آمدنی میں سے اکثر سرمایہ قادیانیت کی جھوٹی تشہیر کے لیے خرچ کیا جاتا ہے، یہ 80 کی دہائی سے اب تک ہر سال کروڑوں روپیہ اس فنڈ میں جمع کراتے ہیں۔ قادیانیت کا اکثر لٹریچر جس میں قادیانی اخبارات اور درجنوں رسائل و جرائد شامل ہیں، شیزان انھیں بڑے بڑے اشتہارات دے کر انھیں مالی طور پر مستحکم کرتا ہے۔ سادہ لوح مسلمانوں کو قادیانی بنانے اور ارتداد پھیلانے والے قادیانی طلبہ اور مربیوں کے لیے شیزان نے باقاعدہ وظائف مقرر کر رکھے ہیں۔ اکثر قادیانی رسائل کے خاص نمبر میں شیزان کے خصوصی اشتہارات چھپتے ہیں، پھر صرف شیزان نہیں بلکہ ہر قادیانی اپنی کمائی کا ایک مختص حصہ چندے میں دیتا ہے اور انھی پیسوں سے قادیانی لٹریچر، مربیوں کے وظائف اور دیگر اخراجات پورے کیے جاتے ہیں۔ اس لیے جب تک یہ پاکستانی آئین کے مطابق خود کو غیر مسلم نہیں مانتے اور آئین کی خلاف ورزی کرتے ہوئے سادہ لوح مسلمانوں کو شعائرِ اسلامی اپنا کر اور شادی و تعلقات کا جھانسہ دے کر قادیانی بنانے سے باز نہیں آتے، تب تک ان کا سماجی و معاشی بائیکاٹ ضروری ہے۔

پورے پاکستان میں اسلام دشمن قادیانی ٹولے کو معاشی طور پر کمزور بنانے کے لیے بائیکاٹ مہم پوری قوت سے اور مسلسل چلنی چاہیے۔ ہر مسلمان خود بھی خریدنے سے گریز کرے۔ دکان داروں کو اس کی ممانعت کی ترغیب دے اور سوشل میڈیا پر بھی شیئر کرنے کا سلسلہ جاری رہے، تاکہ قادیانیوں کا دیوالیہ نکل جائے۔

یاد رکھیے! قادیانی مصنوعات کا بائیکاٹ غیرتِ ایمانی کا تقاضا بھی ہے اور خاتم النبیین ﷺ سے محبت کا ثبوت بھی۔

آیئے! عہد کرتے ہیں کہ قادیانی مصنوعات کا آخری سانس تک بائیکاٹ کریں گے اور دوسروں کو بھی ترغیب دیں گے ان شاء اللہ!!

تیرے عشق میں ہم نے کیا کیا نہ دیکھا

حفصہ فیصل

دوسرا حصہ

"ہیلو! ارسلان بھائی مجھے آپ سے ایک ضروری بات کرنی ہے" نجمہ جھجھکتے ہوئے بولی۔

"ہاں ہاں! کہو نجمہ۔"

"بھائی! میں جویریہ کو واپس لینا چاہتی ہوں۔"

"کیا؟؟"

"کیا کہہ رہی ہو، نجمہ! تمہیں پتا بھی ہے کہ میری اور نورین کی سانسیں بستی ہیں جویریہ میں۔۔"

"میں کچھ نہیں جانتی۔۔ مجھے میری بچی واپس چاہیے۔ میں کل اسے لینے آؤں گی۔"

نجمہ نے یہ کہہ کر فون رکھ دیا۔ ارسلان عجیب شش و پنج میں مبتلا ہو گیا کہ وہ روح فرسا خبر نورین کو کیسے سنائے گا؟ اور جویریہ معصوم پر کیا گزرے گی؟ اچانک اسے احسن بھائی کا خیال آیا، اس نے فوراً انھیں فون ملایا۔

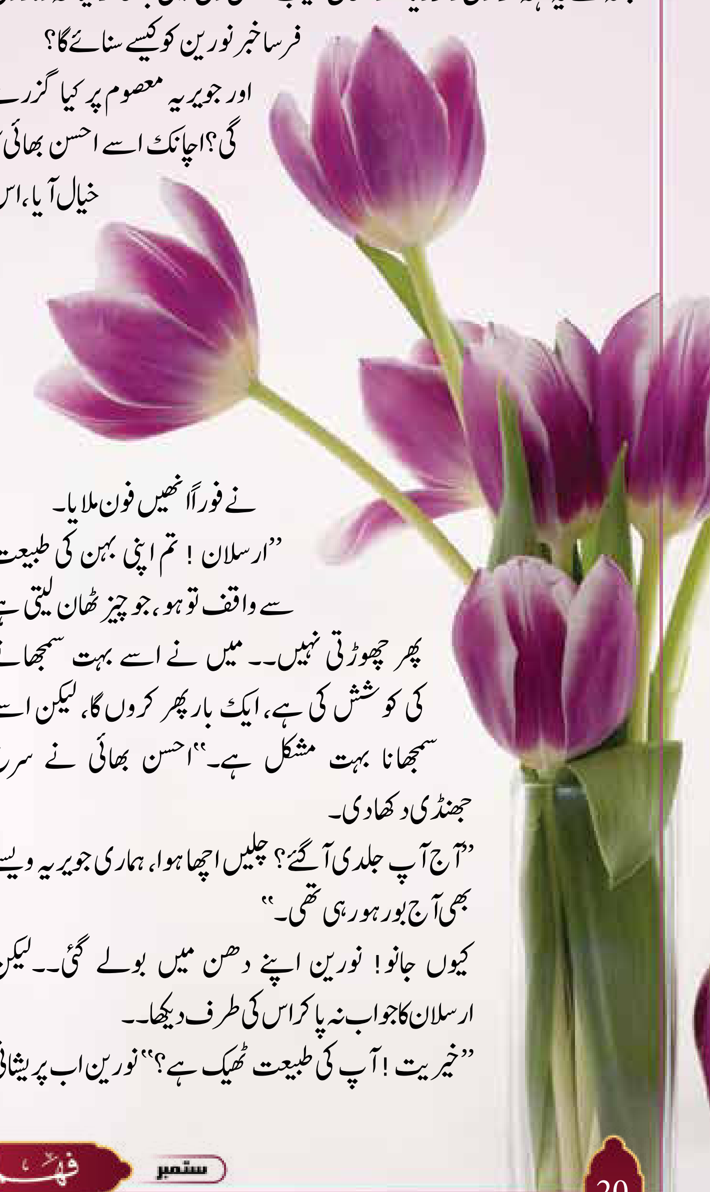

"ارسلان! تم اپنی بہن کی طبیعت سے واقف تو ہو، جو چیز ٹھان لیتی ہے پھر چھوڑتی نہیں۔۔ میں نے اسے بہت سمجھانے کی کوشش کی ہے، ایک بار پھر کروں گا، لیکن اسے سمجھانا بہت مشکل ہے۔" احسن بھائی نے سرخ جھنڈی دکھا دی۔

"آج آپ جلدی آ گئے؟ چلیں اچھا ہوا، ہماری جویریہ ویسے بھی آج بور ہو رہی تھی۔"

کیوں جانو! نورین اپنے دھن میں بولے گئی۔۔ لیکن ارسلان کا جواب نہ پا کر اس کی طرف دیکھا۔۔

"خیریت! آپ کی طبیعت ٹھیک ہے؟" نورین اب پریشانی سے بولی۔

"ہاں بس! کچھ دیر آرام کروں گا تو بہتر ہو جائے گی۔" ارسلان پژمردگی سے بولا۔

"اچھا، آپ فریش ہو جائیں میں چائے بناتی ہوں۔"

"آ جاؤ چندا! ہم بابا جانی کے لیے چائے بناتے ہیں۔" نورین، جویریہ کو لیے باورچی خانے میں چلی گئی۔

ارسلان ایک لمحے کے لیے پھر اسی لمحے میں کھو گیا جب نجمہ نے کہا کہ "میں کچھ نہیں جانتی۔۔ مجھے میری بچی واپس چاہیے۔ میں کل اسے لینے آؤں گی۔"

"کیسے برداشت کرے گی نورین یہ سب!!" ارسلان ملال زدہ ہو کر سوچنے لگا۔

"اللّٰہ پاک میری مدد فرما۔" ارسلان نے نگاہیں آسمان کی طرف کرکے دعا مانگی۔

ارسلان کے لیے نورین کو یہ بات بتانا جوئے شیر لانے کے مترادف تھا، لیکن بتانا تو تھا ہی اور نورین کو اس بات کے لیے دل بھی مضبوط کرنا تھا۔ آخر کھانا کھانے کے بعد ارسلان نے نورین کو یہ روح فرسا خبر سنا دی کہ جویریہ کو کل نجمہ کے ساتھ بھیجنا ہوگا۔ نورین کی ساری رات مصلے پر گزری۔۔۔

"اے رب! مجھے کوئی شکوہ نہیں آپ سے، لیکن میں نے تو صرف آپ کی راہ میں قدم رکھا ہے اور جویریہ تو معصوم ہے، اسے آپ سے محبت کرنے کی آگاہی دینا چاہی ہے، پھر اتنے عدو کیوں گھیرے میں لینے آ پہنچے ہیں؟؟ میں تو ایک بھلائی سے دوسری بھلائی کی کھوج میں نکلی ہوں، ابھی تو شروع کیا تھا، لیکن مجھے کامل یقین ہے کہ آپ اس تنگی کو آسانی سے بدلیں گے، اس راہ کے تمام کانٹے راحت میں بدل جائیں گے، میں مغلوب ہوں ربی! مجھے طاقت دے، استقامت دے، حوصلہ دے، یہ بچی میری کوکھ سے نہیں جنی، لیکن میری گود میں پلی ہے، اسے میری آزمائش مت بنا، اسے ہماری آنکھوں کی ٹھنڈک بنا۔۔۔"

ساری رات مناجات میں گذر گئی۔ فجر کے بعد نورین کے دل کو قرار تھا، ساری رات روتی آنکھیں اب ٹھہراؤ میں تھیں۔ ارسلان نے موضوع چھیڑنا چاہا، لیکن اسے اشارے سے روک دیا۔ بس پوچھا کہ "کتنے بجے آئیں گے؟"

"آٹھ بجے" مختصر جواب۔۔

"امی! مجھے سبق یاد کرنا ہے۔ آپ تو بھول گئی۔۔۔" ساڑھے تین سالہ جویریہ نے سر پر ہاتھ رکھ کر گویا نورین کو غلطی کا احساس دلایا۔

"دیکھو چندا! ابھی پھپھو آئیں گی، وہ آپ کو اپنے ساتھ لے جائیں گی، آپ بالکل بھی تنگ مت کرنا۔۔" جویریہ نے انتہائی ضبط کے ساتھ کہا۔

"کیوں لے جائیں گی؟" جویریہ نے سوال کیا۔

"چندا! وہ اب آپ کی مما بنیں گی۔"

"کیوں؟" ایک اور سوال۔۔۔

"گڑیا! وہ آپ کو بہت سارے کھلونے اور چیزیں بھی دیں گی اور وہاں ماریہ اور فریحہ آپی بھی ہوں گی۔۔" جویریہ نے سوال گول کیا۔

"نہیں! جویریہ مما بابا کی بے بی۔۔" آنکھیں پٹپٹا کر جواب آیا۔

"آپ مما کی اور بابا کی بے بی ہو اور بات ماننے والی بے بی ہو نا؟" جویریہ نے پچکارا۔

"نا، نا، نا!!" جویریہ انکاری ہوئی۔

اتنے میں گھنٹی کی آواز نے جنگ کے طبل کا کام کیا۔

ارسلان اور نورین کے چہروں کے رنگ مرجھا گئے، لیکن ہونی کو کون ٹال سکتا ہے۔

"نجمہ ایک بار پھر اپنے فیصلے پر غور کر لو۔۔ بچی پریشان نہ ہو جائے۔" احسن نے ارسلان کے جھکے چہرے کو دیکھ کر بیوی کو پھر سمجھایا، لیکن نجمہ پر تو گویا بھوت سوار تھا۔

"مجھے اپنی بچی کو ملانی نہیں بنانا، میں اسے اپنے ساتھ لے جاؤں گی۔"

"چلو جویریہ! اپنی چیزیں لے لو!" نجمہ نے اسے پکارا۔

"کیوں؟" ایک بار پھر سوال۔۔۔

"کیا مطلب کیوں؟ بھائی آپ نے اسے پہلے سے بتایا نہیں۔ نجمہ خشمگیں نگاہوں سے دیکھتے ہوئے بولی۔

ساڑھے تین سال کی بچی کو کیا بتاتا نجمہ! کہ اب تمہارے امی ابو ہم نہیں ہیں۔۔۔

"تم نے بہت دکھی کیا ہے بہنا! ایسی آزمائش جب خالی گود تھے، تب بھی نہیں محسوس ہوتی تھی۔"

ارسلان رندھے ہوئے لہجے میں بولا۔

نجمہ نے ہاتھ ہلایا گویا بات کو کوئی خاطر میں نہ لائی ہو۔

"چلو بھئی!" نجمہ نے جویریہ کا ہاتھ تھاما۔

"نانانا!!" جویریہ یک دم جا کر ارسلان سے لپٹ گئی۔

"ارے بھئی چلو، ہم ہیں تمہارے امی ابو۔۔" نجمہ ترشی سے بولی۔

"نجمہ! کچھ تو ہوش کے ناخن لو۔۔ بچی ہے ڈر جائے گی۔" احسن نے دھیرے سے لتاڑا۔

"آ جاؤ بیٹا! آئس کریم کھانے چلتے ہیں۔" احسن نے پیار سے بہلایا۔

"آئس کریم مما بابا کے ساتھ کھاتی ہوں۔" جویریہ ارسلان کو تھامے بولی۔

"اسے گود میں لے لیں۔" نجمہ نے احسن سے کہا۔

پھر ہچکیاں لیتی جویریہ نجمہ اور احسن کے ساتھ گاڑی میں سوار تھی۔ (جاری ہے)

شہید

تسلیم شیخ

"بیٹا کیا بات ہے؟ آپ جب سے اسکول سے آئی ہیں۔ بالکل ہی خاموش ہیں۔ ایسی کیا بات ہو گئی ہے؟" طیبہ بیگم نے بیٹی کے کندھے پر ہاتھ رکھتے ہوئے سوال کیا۔

"مما آپ کہتی ہیں کہ میرے بابا شہید ہوئے ہیں، جب کہ میری اسکول کی دوستیں کہتی ہیں کہ میرے بابا فوت ہوئے ہیں۔ شہید ہونا تو اعزاز ہوتا ہے نا! فوت ہونا نہیں نا، پھر!" ماہ نور نے معصومیت بھرے لہجے میں پوچھا۔ اُس کے چہرے پر بلا کی معصومیت تھی اور ساتھ ہی وہ پریشان بھی تھی کہ آخر اُس کے بابا شہید ہوئے یا فوت۔

"اچھا تو میری بیٹی کو یہ اُلجھن تھی تو میری پیاری بیٹی مجھے اپنی الجھن بتاتی۔" طیبہ بیگم نے بیٹی کے بال سہلاتے ہوئے پیار سے کہا۔

"اب بتائیں ناں آپ مجھے کہ شہید ہونے اور فوت ہونے میں کیا فرق ہوتا ہے؟" ماہ نور بیٹی نے محبت سے التجا کی۔ وہ پانچویں کلاس کی طالبہ تھی۔ اُس کی ماں نے اِس لیے اُسے تفصیل سے آگاہ کرنا مناسب سمجھا اور تفصیل بتانا شروع کی۔

"سنو میری پیاری بیٹی! جو لوگ فوت ہوتے ہیں، ان میں بھی اللّٰہ کے نیک بندے ہوتے ہیں اور جو اللّٰہ کی راہ میں شہادت حاصل کرتے ہیں اور لوگوں کی جانوں کی حفاظت کرتے ہیں، وہ عام انسان نہیں ہوتے، خاص انسان ہوتے ہیں۔ بہادر ہوتے ہیں۔ صرف خود کے لیے اور اپنے خاندان کے لیے اپنی جان کا نذرانہ پیش نہیں کرتے بلکہ پورے ملک کے جان و مال کی حفاظت کرتے ہیں اور اپنے ملکِ پاکستان کو دشمنوں کے ہر وار اور سازش سے بچاتے ہیں۔" طیبہ بیگم کے چہرے پر جوش و ولولہ رقص کر رہا تھا۔

"یعنی جو دشمن کے وار میں آ جاتے ہیں اور اُن کو گولی لگتی ہے، وہ فوت ہو جاتے ہیں۔ جیسے میرے بابا ہوئے۔۔۔" اُس کی سوئی ابھی بھی ایک ہی جگہ ٹکی ہوئی تھی۔ اُسے سمجھ نہیں آ رہی تھی کہ اُس کے بابا فوت ہوئے یا شہید۔

"قرآن مجید میں اللّٰہ رب العزت کا ارشادِ پاک ہے:

وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَنْ يُّقْتَلُ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتٌ بَلْ اَحْيَآءٌ وَّلٰكِنْ لَّا تَشْعُرُوْنَ (البقرۃ:۱۵۴)

اور اللہ تعالیٰ کی راہ میں شہید ہونے والوں کو مردہ مت کہو، وہ زندہ ہیں، لیکن تم نہیں سمجھتے"

یعنی اللّٰہ کی راہ میں جان دینے والوں کو ہم سینہ تان کر فخر سے کہہ سکتے ہیں کہ وہ شہید ہیں اور جو شہید ہوتے ہیں، وہ اللّٰہ کے ہاں رزق پاتے ہیں۔ اُن کی روحیں پرندوں کے قلب میں ہوتی ہیں۔

طیبہ بیگم کے دل میں جوش و ولولے کا جذبہ سمندر کی لہروں کی طرح ٹھاٹھیں مار رہا تھا۔ وہ جب بھی اپنے شوہر، فوج اور حب الوطنی کی باتیں کرتی تھیں تو تب تب اُس کی کیفیت ایسی ہی ہو جاتی تھی۔ دل میں فوج کی عزت و تکریم بڑھ جاتی تھی۔

"مجھے فخر ہے کہ میرے بابا شہید ہوئے ہیں۔ اُنھوں نے اپنے ملک کی خاطر اپنی جان کا نذرانہ پیش کیا اور ایسا ہر کوئی نہیں کر سکتا۔

"بالکل! پاک فوج زندہ باد!" طیبہ نے زور سے نعرہ لگایا۔

"پاک فوج زندہ باد!" بیٹی نے بھی ماں کی تقلید کی۔

عاتکہ سلیم

مسیحا کی ناانصافی

آخری قسط

وہ ایک گرم صبح تھی۔ ہمارے ہسپتال کے جو منیجر تھے ان کی وائف بیمار تھی، ان کی کوئی اولاد نہیں تھی، سو وہ اس کے لیے بہت پُر امید تھے، میں وہاں پر As a Lady Doctor کام کر رہی تھی۔ ان کی وائف کا آپریشن کرنا تھا، وہ ہر خطرہ مول لینے کو تیار تھے، انھوں نے مجھ پر بھروسا نہیں کیا اور شہر سے ڈاکٹر فائزہ کو بلا لیا تھا۔ وہ ایک اچھی لیڈی ڈاکٹر تھیں، میں بھی اپنے کام میں مصروف تھی۔ اپنے پیشنٹ کا علاج کر رہی تھی تو مجھے آپریشن کے لیے بلایا گیا۔ وہ ایک خاتون تھی، نرس نے بتایا کہ ان کے ہسبینڈ جا چکے ہیں، یہ اکیلی ہے ان کی حالت بہت نازک تھی، سو میں نے ان کا آپریشن شروع کیا، اللہ تعالیٰ نے اس خاتون کو دو جڑواں بیٹوں سے نوازا، جبکہ ڈاکٹر حلیمہ چائے کی سِپ لینے کو رُکی جبکہ شافع اور باذل کے دل زور زور سے دھڑک رہے تھے وہ چائے لینا تو دور کی بات سانس لینا اور پلک جھپکنا بھی بھول گئے تھے، وہ پھر گویا ہوئی: ”ادھر ڈاکٹر فائزہ نے اپنی نااہلی کی وجہ سے یا کسی غلطی کی وجہ سے منیجر کی بیوی کو نقصان پہنچایا، جس کی وجہ سے وہ معصوم کلی کھلنے سے پہلے مرجھا گئی۔“

وہ آنسو پونچھتے ہوئے بولی: پھر ظلم کا سلسلہ شروع ہوا۔

”وہ غالباً رات کا تیسرا پہر تھا۔ صبح ہونے کو تھی۔ منیجر اس اطلاع سے سخت دل برداشتہ ہوا، مگر ڈاکٹر فائزہ کے مشورے سے انھوں نے ایک فیصلہ کیا۔ ایک ایسا فیصلہ جس پر زمین و آسمان بھی روئے ہوں گے، انھوں نے ان جڑواں بچوں میں سے ایک کو اپنا بیٹا بنا لیا اور اپنی بچی کو اس خاتون کے نام کر دیا۔ میں نے احتجاج کرنا چاہا، مگر نقار خانے میں طوطی کی کون سنتا ہے۔ منیجر نے مجھے منہ بند کرنے کو کہا اور دھمکی دی کہ اگر منہ کھولا تو تمہارے اکلوتے اور یتیم بچے کو ختم کر دوں گا، پھر روتی رہنا۔“

اس سب کے بعد انھوں نے بیوی کے کچھ سنبھلتے ہی انھیں لاہور شفٹ کر دیا اور کچھ عرصے میں ہسپتال بھی فروخت کر کے خود یہاں سے چلے گئے، وہ تو چلے گئے مگر مجھے ضمیر کے بوجھ کے ساتھ چھوڑ گئے، میں کہاں جاتی، کس سے کہتی، اپنے بچے کی خاطر میں نے ایک ماں سے اس کے بچے کو ایک بھائی سے اس کے بھائی کو چھنتے دیکھا۔ جب آپ لوگ آئے تو لگا جیسے، جیسے اس نے میری سن لی۔۔۔ میں اب خود کو بہت ہلکا محسوس کر رہی ہوں، بہت ہلکا!!

وہ خاموش ہوئی تو اس کی آنکھیں آنسوؤں سے بھری ہوئی تھیں، انھوں نے دیکھا کہ شافع رو رہا ہے، جبکہ باذل وہ سرخ آنکھوں، سرخ ہوتے ناک اور روتے ہوئے ٹیبل کو ناخن سے کُھرچ رہا ہے۔

”کیا آپ مجھے اس منیجر کا نام بتا سکتی ہیں؟“ باذل نے گھمبیر لہجے میں کہا۔

”ان کا نام ڈاکٹر عثمان ڈار تھا۔“

”کیا!!“ باذل چیختے ہوئے کھڑا ہو گیا۔

اسے یوں کھڑے ہوتے دیکھ کر ڈاکٹر حلیمہ اور شافع بھی کھڑے ہو گئے۔ ان دونوں نے ایک دوسرے کی طرف دیکھا، دونوں کی آنکھوں سے سیلِ رواں بہ رہا تھا۔ شافع نے باذل کو گلے لگا لیا، کافی دیر تک یوں ہی روتے رہے، پھر ڈاکٹر حلیمہ نے انھیں مبارک باد دی اور کہا ”میں جانتی تھی کہ ایک نہ ایک دن میں اپنے بوجھ کو اتار پھینکوں گی۔“ ڈاکٹر حلیمہ تو ان سے وعدہ کر کے چلی گئی کہ ضرورت پڑنے پر وہ ضرور ان کی مدد کرے گی۔ شافع یہ سب ریکارڈ چیک کر چکا تھا، اب اس کے لیے راستہ آسان تھا۔

شافع گھر آیا تو اس نے دیکھا کہ شاویز اور موم بیٹھے باتیں کر رہے تھے، وہ بھی سلام کر کے وہیں بیٹھ گیا۔

”کیا بات ہے بیٹا؟ بہت کھوئے کھوئے لگ رہے ہو۔“ فاطمہ بیگم شافع سے بولیں۔

”کچھ نہیں موم! بس ٹائیگر سے سوری کہنا تھا، میں نے اسے بے جا ڈانٹا، ناراض رہا، حالاں کہ اس کی کوئی غلطی نہیں تھی۔“

شاویز حیرت سے بھائی کو دیکھ رہا تھا جو سرخ ہوتی آنکھوں سے آنسو پونچھ رہا تھا، اسے یوں روتا دیکھ کر شاویز سے رہا نہ گیا اور وہ بولا۔

”بھائی! اتنے رو کیوں رہے ہیں؟ میں آپ سے ناراض تو نہیں ہوں I am sorry کہ میں نے آپ کو دُکھ دیا۔“ وہ گھمبیر لہجے میں بولا۔

شافع نے آگے بڑھ کر اسے گلے لگا لیا اور دل میں بولا: ”میں تمہیں مکمل کروں گا ان شاء اللہ!!“

باذل کی خوشی کا کوئی ٹھکانا نہیں تھا، اب وہ کسی کو بھائی کہہ سکتا تھا، کسی کو بہن کہہ سکتا تھا، اسمارہ بے شک اس کی کزن تھی، مگر اس نے اسے بہن کی طرح پیار دیا تھا، مگر پھر بھی اس کے دل میں ایک خواہش تھی، کاش! اس کی کوئی سگی بہن ہوتی تو کوئی بھائی ہوتا، اب اس کی خواہشات پوری ہونے جا رہی تھیں۔ اس نے شافع سے بات کی تو شافع نے اسے انکوائری مکمل ہونے تک خاموش رہنے کا کہا۔

شافع تمام ثبوت لے کر گیا، اس نے وکیل سے بات کی، ساری بات سننے کے بعد انھوں نے کہا کہ ہمیں بس ڈاکٹر حلیمہ اور باذل کا ساتھ چاہیے، یہ حق اور سچ پر مبنی ایسا کیس ہے جسے سن کر ہر آنکھ آبدیدہ اور ہر دل پُرنم ہوگا۔

باذل ہسپتال گیا، والد کی خیریت دریافت کی، مگر زیادہ دیر روم میں نہیں ٹھہرا، اسے اس شخص سے نفرت ہو گئی تھی۔ کوفت ہو رہی تھی اس کمرے میں ٹھہرنے سے، اس نے ڈاکٹر سے ملنے کا ارادہ کیا اور باہر نکل آیا۔

ڈاکٹر سے ملاقات کر کے اسے معلوم ہوا کہ اس کے بابا کو اب چلنے پھرنے میں دشواری نہیں، صرف کچھ ہفتے انھیں ٹھہرنا تھا ہسپتال میں۔

اس نے شافع سے اس بارے میں بات کی تو شافع نے اسے پیپرز تک خاموش رہنے کو کہا، اس مہینے ان کے پیپرز ہونے تھے، پھر وہ فارغ ہوتے، شافع نے اس بات کا ذکر کسی سے نہیں کیا اور باذل اب ہر کام شافع سے پوچھ کر کرتا رہا۔

بالآخر وہ دن آگیا جب پولیس نے آ کر ڈاکٹر عثمان ڈار کو اطلاع دی کہ وہ کورٹ میں چلے آئیں۔ ڈاکٹر عثمان حیرانی و پریشانی کی ملی جلی کیفیت میں کورٹ آئے۔ انھوں نے وہاں پہنچ کر دیکھا تو باذل، ڈاکٹر حلیمہ، ڈاکٹر فائزہ (جو ڈاکٹر حلیمہ کی نشان دہی سے معلوم ہوا کہ وہ کوئی اور نہیں ڈاکٹر عثمان کی بہن تھی) شافع وغیرہ موجود تھے، ان کے دل میں خوف کی لہر دوڑی، پھر سماعت کی گئی۔ سب کی موجودگی میں شافع اور باذل کو ہار پہنایا گیا، جن کا بندوبست اسمارہ اور ڈاکٹر حلیمہ نے کیا تھا، یوں انھوں نے کیس جیتا۔ ڈاکٹر عثمان اور ڈاکٹر فائزہ کو سزا سنائی گئی۔ باذل آخری بار باپ سے ملا اور بولا: ”آج میرے لیے آپ نے جو کیا اس کے لیے شکر گزار ہوں، مگر مجھ سے میری خوشیاں بھی چھینیں اس کے لیے کبھی معاف نہیں کروں گا۔“

شافع باذل کو لیے شایان صاحب کے پاس گیا، اسے آفس کے باہر چھوڑ کر اندر جا کر انھیں ساری بات بتائی اور باذل سے ملوایا۔ شایان صاحب حیرت سے اور خوشی سے باذل کو گلے لگائے کھڑے تھے، سارے عملے والے یہ عجیب داستان سن کر حیران تھے۔ شایان صاحب نے شافع کے ماتھے پر بوسہ دے کر کہا کہ جو ”جو کام میں نہ کر پایا وہ تم نے کر دیا۔“ تو شافع بولا آپ کو معلوم تھا یہ سب بابا؟” بالکل نہیں بیٹا، میں یہ کہنا چاہ رہا تھا کہ یہ مجھے کرنا چاہیے تھا۔“

شایان صاحب کے گھر ایک تقریب رکھی گئی، سب رشتے دار دوست احباب کو بلایا گیا تھا، سب کے سامنے شایان صاحب نے یہ بات رکھی شاویز حیران تھا کہ بابا کیا کہہ رہے ہیں، اس نے شافع کے کہنے پر بلیک قمیض وائٹ شلوار پہن رکھی تھی جو کہ شافع کا FavoriteDress تھا، پھر سب کے سامنے شافع نے باذل کو پکارا، وہ Left Side سے نمودار ہوا، پھر اس نے شاویز کو بلایا وہ RightSide سے آیا دونوں چلتے ہوئے قریب آئے، ایسا لگ رہا تھا جیسے آئینے کے سامنے کھڑے ہیں، پھر دونوں گلے لگے، سب رشتے داروں کی خوشی دیدنی تھی کہ آخر ”نامکمل شاویز مکمل ہو گیا تھا۔“

شائزہ نے اپنی فرینڈز کو بلایا ہوا تھا، وہ بھی باذل سے ملی اور بولیں: ”ٹائیگر نے مجھے ڈرا کر رکھ دیا تھا اور تو اور یہ چڑیا دو مہینے سے تمہاری وجہ سے خاموش رہی۔“ یہ عابش تھی۔

ہو نہ ہو تیکھی مرچی اور چپ شاویز کے کہنے پر شائزہ نے غصے سے اسے دیکھا، جس پر سب ہنسنے لگے۔ ایک نامکمل فیملی مکمل ہو گئی تھی۔

جُنیداَمِین

جُنیداَمِین

Your Trusted Friend in Real Estate

Sale - Purchase - Rent

22-C, Khyaban e Jami near Baitussalam Masjid Phase IV, D. H. A. Karachi
02135313254 , 02135313319 , 03009213373 Email: junaidameen@live.com

اثاثہ

انعم توصیف

اللہ پاک نے اپنی کتاب قرآنِ مجید میں ارشاد فرمایا ہے:
''محمد (ﷺ) تمہارے مَردوں میں سے کسی کے باپ نہیں، لیکن اللہ کے رسول ہیں اور سب نبیوں کے ختم پر ہیں۔''
اللہ رب العزت مالک ہے، اس کی ہر بات پر ہم مسلمان دل سے ایمان لاتے ہیں۔
یہ بات اور ہے کہ ہم اس کے احکام پر عمل نہیں کرتے۔ بے شک عمل نہ کرنے کا گناہ اپنی جگہ۔۔۔ لیکن رب کی کسی بھی بات سے انکار ہمیں کفر تک لے جاتا ہے۔ درس دیتی آپا کے الفاظ وہاں بیٹھی تمام خواتین کے دلوں پر اثر کر رہے تھے۔
''جب اللہ پاک کوئی بات ہمیں کہہ دیں اور اس کی تائید میں نبی ﷺ بھی ارشاد فرمائیں تو کیا شک کی کوئی گنجائش باقی رہتی ہے؟ رسول کریم ﷺ کا ارشاد مبارک ہے: ''میرے بعد کوئی نبی نہیں۔'' رب العالمین اور اس کے محبوب ﷺ کی بات میں شک و شبہ کرنے سے ہمارے ایمان کو خطرہ ہو سکتا ہے۔ جب ایمان ہی نہ رہے گا تو ہم بھلا مسلمان کیسے رہ سکتے ہیں؟ مختصر یہ کہ ختم نبوت کا عقیدہ ہمارے ایمان کی بنیاد ہے۔ درس ختم ہوا تو آپا دعا کرکے خواتین کو رخصت کرنے لگیں تو کان میں پڑنے والی آوازیں سن کر ان کی آنکھیں نم ہو گئیں۔
''بہت ہی اچھی باتیں کرتی ہیں آپا۔ اللہ نے بڑی تاثیر رکھی ہے ان کے لفظوں میں، چہرہ دیکھا ہے کیسا پُر نور ہے۔''

''کیا تم پاگل ہو چکے ہو؟'' فاطمہ نے چلاتے ہوئے کہا۔
''میں پاگل نہیں ہوا، بلکہ اب تو میری عقل ٹھکانے پر آئی ہے۔'' اسرار نے لاپروائی سے کہا۔
''عقل ٹھکانے نہیں، تم عقل گنوا بیٹھے ہو۔'' اس نے دل گرفتہ ہوتے ہوئے کہا۔
''کیوں اتنا جذباتی ہو رہی ہو تم فاطمہ!'' اسرار نے اس کی جانب دیکھتے ہوئے شدید کوفت سے کہا۔
''یہ جذباتی ہونے کی بات نہیں ہے کیا؟'' سوال کرتے ہوئے اب اس کی آواز بھرّا گئی۔
''تم کوئی اتنی مذہبی تو ہو نہیں جو تم اس بات پر میرے سامنے یوں مولویوں کی طرح تن کر کھڑی ہو گئی ہو؟ ہاں! تمہارے گھر والوں میں سے کوئی یہ ردِّ عمل دکھاتا تو بات سمجھ بھی آتی۔'' اسرار کے الفاظ اس کے دل میں تیر کی طرح اترے تھے۔
''میں مانتی ہوں۔ میں نماز بھی پابندی سے نہیں پڑھتی، لیکن۔۔۔۔'' اس کی آنکھیں نم ہونے لگی تھیں۔
''چھوڑو بھی تم۔ ریلیکس۔۔۔۔۔ صرف یہ کہہ دینے سے کہ آخری نبی وہ نہیں جسے ہم مانتے ہیں بلکہ کوئی اور ہے۔ وہ لوگ ہمیں مالامال کر دیں گے۔ تو کیا حرج ہے یہ کہنے میں؟ میں پیپرز تیار کروا رہا ہوں اپنے بھی اور تمہارے بھی۔ بہت جلد ہم امریکا میں ہوں گے۔'' اسرار کی چمکتی آنکھوں سے اسے نفرت محسوس ہوئی۔

فاطمہ نے اپنی پسند سے اسرار سے شادی کی تھی۔ فاطمہ کے والد عقیدہ ختم نبوت کے تحفظ کے لیے سرگرداں رہتے تھے۔ اس کی پیدائش کے چند ماہ بعد ہی اس کی والدہ کا انتقال ہو چکا تھا۔ تین بھائیوں کی اکلوتی بہن ہونے کی وجہ سے وہ بے حد لاڈلی تھی۔ اس کی کسی بات کو ٹالا نہیں جاتا تھا، مگر دین کے بارے میں کوئی نرمی نہیں کی جاتی تھی۔ اس کے گھر کا ماحول خاصا مذہبی تھا۔ اس کو اپنے ماحول سے چڑ تھی۔ وہ ہمیشہ سے ہی باغی قسم کی سوچ رکھنے والی لڑکی تھی۔ اسکول میں سہیلیوں کے گھروں کے ماحول کو دیکھ کر وہ اپنے گھر والوں کو فجر میں نیند کی پرواہ کیے بغیر اسے جگانے پر ظالم سمجھتی۔ اس کے والد گھر سے باہر تو دین سکھاتے رہے، مگر اپنی ہی بیٹی کی تربیت نہ کر سکے۔ شادی کی بات آئی تو اس نے اپنے یونیورسٹی کے ساتھی اسرار کو پسند کیا۔ اسرار کی دین سے دوری کے باوجود گھر والوں نے فاطمہ کی خوشی کے آگے ہتھیار ڈال دیے۔ اسرر کے والدین کا انتقال ہو چکا تھا۔ والدین کی اکلوتی اولاد ہونے کی وجہ سے وہ اب اکیلا رہتا تھا۔ اس کو ہر وقت امیر ہونے کی دھن سوار رہتی جس کے لیے وہ کسی بھی حد تک جا سکتا تھا اور اب وہ حدِّ ایمان سے بھی نکل چکا تھا۔

''بس اگلے مہینے کی سترہ تاریخ کو ہم یہاں سے روانہ ہو جائیں گے۔ ایک بات کان کھول کر سن لو۔ اپنے گھر میں کسی کو بھی یہ بتانا نہیں ہے کہ ہم کس طرح باہر جا رہے ہیں۔'' اسرار کی وقتی محبت اب اپنے اختتام کو پہنچ چکی تھی۔ اس کا یہ مکروہ چہرہ فاطمہ کو اذیت میں مبتلا کر رہا تھا۔
''میرا خواب جلد پورا ہوگا۔ تم نے ابھی تک دستخط نہیں کیے۔ صبح لازمی کر دینا تاکہ ہم کنفرم قادیانی کہلائیں۔'' رات کو سوتے ہوئے اسرار نے پرجوش انداز میں کہا۔
''ہمم۔۔۔'' فاطمہ کی نگاہوں میں کاغذات پر اسلام کی جگہ قادیانیت لکھا لفظ گردش کر رہا تھا۔ وہ گھر والوں سے کچھ کہتی تو کس منہ سے کہتی۔ وہ گڑھا اس نے خود کھودا تھا۔ اس گڑھے سے اسے نکلنا بھی خود ہی تھا۔ اس نے بیڈ کے سرہانے رکھی میز کے اوپر رکھے دودھ کے خالی گلاس کو دیکھا اور پر سکون ہو کر آنکھیں موند لیں۔

اگلے دن صبح ہی اس نے اپنے والد اور بھائیوں کو گھر پر بلا کر ساری صورتِ حال سے آگاہ کر دیا تھا۔
''میں نے نیند کی گولیاں دودھ میں ملا کر اس کو دے دی تھیں۔ ایک مرتد جہنم واصل ہوا۔'' بیڈ روم کی طرف ان سب کو لے جاتے ہوئے اس نے اطمینان سے کہا۔ اس کا سکون سب کے لیے حیران کن تھا۔ اسرار کے مردہ وجود کو جلد از جلد سپرد خاک کر دیا گیا۔ جاننے والوں کو یہ ہی بتایا گیا کہ اچانک کسی کام سے اسے گاڑی کے ذریعے لاہور سے اسلام آباد جانا پڑا۔ راستے میں اسرار کی گاڑی کھائی کے قریب پائی گئی۔ وہ کھائی میں گر کر زندگی گنوا بیٹھا۔

''فاطمہ پھپھو! آپ ہر درس کے آخر میں ختمِ نبوت کی بات کیوں کرتی ہیں؟'' سولہ سالہ عائشہ نے اس کے پاس بیٹھتے ہوئے تجسّس سے پوچھا۔
''بیٹا! یہ عقیدہ ہمارا سب سے قیمتی اثاثہ ہے۔ اس اثاثے کو لوٹنے والے، ہمیں سنہرے خواب دکھاتے ہیں اور اگر ہم اس عقیدے کے مفہوم سے ناآشنا ہوں تو ان کی باتوں میں آ کر اپنی دنیا و آخرت تباہ کر لیتے ہیں۔'' اس نے نرمی سے سمجھایا اور سالوں پہلے اپنے قیمتی اثاثے کے بچ جانے پر شکر بجا لائی۔

کوئی تو احساس کرے!

بنت محمد

اوہ فاطمہ! بات سنو! کہاں غائب ہو؟
سحر نے گھر میں داخل ہوتے ہی نچلی منزل پر آوازیں لگانا شروع کر دیں۔
"کیا ہو گیا لڑکی! نہ سلام نہ دعا! بس منہ اٹھائے چلی آ رہی ہو۔"
فاطمہ نے ہر کمرے میں بلیوں کی طرح جھانکا تانکی کرتی ہوئی سحر کے پیچھے سے آ کر کہا تو وہ ایک دم جھینپ گئی، مگر وہ بھی کسی سے کم تھوڑی تھی۔
"لو بھئی! اگر میں بے وقوفی کر گئی تو آپ سلام کر دیتیں نا! جس طرح چھوٹا بڑے کو سلام کر سکتا ہے، اسی طرح کوئی بڑا بھی چھوٹے کو کر سکتا ہے، ضروری تھوڑی ہے چھوٹا ہی کرے۔"
سحر نے دانتوں کی نمائش کرتے ہوئے کہا۔
"اچھا دادی اماں!" فاطمہ نے سحر کا کان مروڑا تو وہ دہائیاں دینے لگی۔
"ارے یار! بس ایک سال بڑی ہو اور فائدہ ایسے اٹھاتی ہو جیسے سو سالہ آپا ہو، اب چھوڑ بھی دو، تاکہ میں بتا سکوں کہ مجھ معصوم سے بغیر اجازت آنے کی گستاخی کیوں ہوئی۔"
"ہمم بولو!" فاطمہ نے ایک طرف بیٹھتے ہوئے پوچھا۔
"رائٹر صاحبہ! آپ کو کچھ خبر ہے، شہر میں ایک ایوارڈ کی باتیں چل رہی ہیں، ایوارڈ بھی بڑا شان دار اور قیمتی، اگر میں رائٹر ہوتی نا! تو ضرور اس ایوارڈ کو حاصل کرنے کی کوشش کرتی، خیر کوئی نہیں! ہم لائیں یا ہماری بہن لائے بات تو ایک ہی ہے۔"
سحر کی زبان قینچی کی طرح چلتی جا رہی تھی۔
"ایوارڈ کیسا؟ مجھے تو اس کا علم نہیں، آج کل سوشل میڈیا پر کچھ دیکھنے کا وقت ہی نہیں مل رہا، جب تم اتنی خبر لائی ہو تو باقی بھی بتا دو۔" فاطمہ نے ٹھنڈی آہ لیتے ہوئے کہا۔
"دھت تیری! باقی بات نا بعد میں آ کر بتاتی ہوں، ابھی اوپر جا رہی ہوں، امی پریشان ہو رہی ہوں گی۔"
سحر کی نظر گھڑی پر گئی تو اس نے چونک کر کہا۔
"ہاں جاؤ! ورنہ چچی ابھی روتی ہوئی آئیں گی اور اپنی بھابھی کو لے کر تمھیں ڈھونڈنے نکل جائیں گی، مگر یاد سے آ کر تفصیل بتانا۔"
فاطمہ نے بھی ہنستے ہوئے کہا تو سحر جلدی سے اوپر کی طرف دوڑی۔
"ہاں بھئی، سنو! آج کالج میں ایک لڑکی بتا رہی تھی کہ عبدالسلام ایوارڈ دیا جا رہا ہے رائٹرز کو، اس کی رجسٹریشن کے لیے کچھ شرائط وغیرہ ہیں شاید، ہم وہ نیٹ سے سرچ کر لیتے ہیں ابھی۔"
سحر نے دوپہر کے کھانے کے بعد آ کر فاطمہ کو کچھ تفصیل بتائی، جسے سن کر فاطمہ کے چہرے کا رنگ بدل گیا۔
"کیا ہو گیا؟ سانپ سونگھ گیا کیا؟"
سحر نے فاطمہ کو کہیں کھویا دیکھا تو سامنے ہاتھ لہراتے ہوئے کہا۔
"کیا کہا تم نے، عبدالسلام ایوارڈ!!"
"ہاں نا! دیکھا کیسے کمال ایوارڈ کی خبر دی نا! کہ تم بھی شوکڈ رہ گئیں، اب داد کے ساتھ بہن کو ٹریٹ بھی دے دینا۔"
سحر نے اپنی ہی ٹون میں کہتے ہوئے فرضی کالر کھڑے کیے۔
"نہیں چاہیے مجھے ایسا ایوارڈ جس سے میرے نبی کریم ﷺ کو تکلیف پہنچے۔"
"کیا کہہ رہی ہو؟ مجھے کچھ سمجھ نہیں آئی تمہاری بات! ایوارڈ سے پیارے نبی جی کو تکلیف دینے کا تعلق مجھے واقعی کچھ نہیں سمجھ آیا، محترمہ کچھ وضاحت کرنا پسند کریں گی!"
"تم جانتی ہو ڈاکٹر عبدالسلام کون تھا؟"
"کون تھا کا کیا مطلب ہے بھئی! ہمارے ملک کے فخر ہیں، جنھیں نوبل پرائز دیا گیا۔"
سحر نے اپنی اتنی اچھی معلومات سے فاطمہ کو مستفید کیا تو فاطمہ کے چہرے پر ایک پھیکی اور تکلیف دہ مسکراہٹ در آئی۔
"ہاں نوبل پرائز! جو صرف ایک پلاننگ تھی، بس اور کچھ نہیں۔"
"کیا کہنا چاہ رہی ہو؟ ٹھیک سے تو بتاؤ۔"
"اللہ رب العزت فرماتے ہیں: "ہم نے آپ ﷺ کو تمام جہانوں کے لیے رحمت بنا کر بھیجا ہے۔" (الانبیاء: ۱۰۷)
"نبی کریم ﷺ کو اللہ رب العزت نے ختم نبوت کا تاج پہنایا۔"
اللہ کے نبی علیہ السلام نے فرمایا: "انا خاتم النبیین لا نبی بعدی"
"آپ ﷺ اللہ رب العزت کے آخری نبی ہیں، آپ علیہ السلام پر نبوت کا دروازہ بند ہو گیا ہے، آپ علیہ السلام کے بعد اب کوئی نبی پیدا نہیں ہوگا۔"
"یہ تو الحمد للہ ہمارا عقیدہ ہے۔"
"الحمد للہ! مگر ہیں کچھ لوگ جن کا یہ عقیدہ نہیں اور جو اس عقیدہ کا انکار کریں، اس پر ایمان نہ لائیں، وہ ایمان سے خارج ہیں۔
مرزا قادیانی تمام انبیاء، صحابہ، رب تعالیٰ کے بارے میں کیسی زبان استعمال کرتا تھا، صرف یہی نہیں بلکہ خود کو کبھی نبی، کبھی خدا، کبھی مہدی، کبھی عیسی کہتا پھرتا تھا، اس کی بس یہیں نہیں ہوئی بلکہ پیارے نبی جی ﷺ کے تخت و تاج پر وار کیا اور خود کو محمد کہنے لگا۔ ارے آپ ﷺ تو عمارت کی وہ آخری اینٹ ہیں، جن کے ہونے سے عمارت نہ صرف مکمل بلکہ خوب صورت بھی ہوئی اور کوئی ایسے ہی آ کر کہہ دے کہ میں محمد کی ہی طرح ہوں، جس طرح کسی اور کا ہمارے ماں باپ ہونے کا دعویٰ ہم قبول نہیں کر سکتے تو یہ کیسے قبول کر لیں۔
یہ ڈاکٹر عبدالسلام بھی ہمارے پیارے حبیب ﷺ کی ناموس، تخت و تاج پر ڈاکا ڈالنے کی جسارت کرنے والے کا پیروکار ہے اور اسی لیے اس کو نوبل پرائز دیا گیا۔
ارے یہ تو ہمارے پاکستان کا بھی مخلص نہیں تھا۔
جب 1974 میں قادیانیوں کو کافر قرار دیا گیا تو اس کے کچھ عرصے بعد پاکستان میں ایک بہت بڑی سائنسی کانفرنس ہوئی جس میں بھٹو صاحب نے ڈاکٹر عبدالسلام کو بھی مدعو کیا تو اس نے بڑی حقارت سے کہا۔
"میں اس لعنتی ملک میں قدم نہیں رکھتا جب تک آئین میں کی گئی ترمیم کو نہ بدلا جائے۔"
جس پر بھٹو صاحب بہت غصہ ہوئے تھے اور سخت احکام جاری کیے تھے۔"
ج و شخص اسلام، ملک و ملت اور سب سے بڑھ کر نبی جی ﷺ کے خلاف اور ان کا دشمن ہو تو ایسے شخص کے نام کا ایوارڈ لینے سے بہتر ہے کہ میں کوئی ایوارڈ نہ لوں اور سکون سے بیٹھی رہوں۔"
فاطمہ کی کہتے کہتے ہچکی بندھ گئی اور دوسری طرف سحر کا حال بھی اس سے مختلف نہ تھا، اس وقت اس نے خود سے وعدہ کیا کہ اب سے وہ ایسے لوگوں سے محتاط رہے گی اور دوسروں کو بھی ضرور آگاہ کرے گی۔

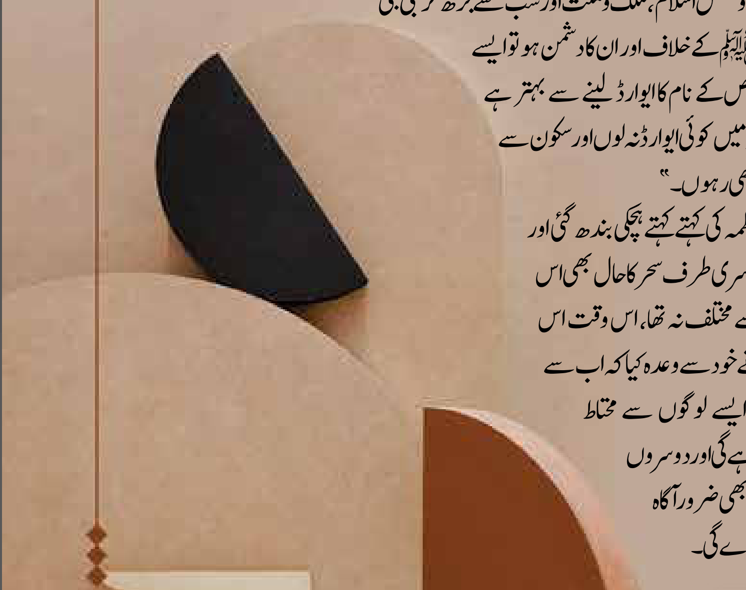

مسحور کن خوشبو

ام محمد عبداللہ

یہ ایک خوب صورت وادی تھی۔ سر سبز و شاداب پہاڑوں میں گھری، رنگے برنگے پھولوں سے ڈھکی۔ یہاں سے وہاں پرندے چہچہاتے پھرتے تھے۔ تتلیاں کبھی اس پھول پر بیٹھتیں کبھی اس پھول پر۔
وادی کے عین درمیان میں صاف شفاف پانی کی گہری جھیل تھی۔ جھیل میں کئی رنگوں کی مچھلیاں تیرتی پھرتی تھیں۔ انہی مچھلیوں میں ایک سنہرو مچھلی بھی تھی۔
سنہرو مچھلی بہت باتونی تھی۔ اس وقت بھی وہ اپنی ساتھی مچھلی سے باتیں کر رہی تھی۔
دیکھو! ہماری جھیل کتنی خوبصورت ہے۔ اس کا پانی کیسا شفاف ہے۔ یہ وادی بھی کتنی پیاری ہے۔ یہ پہاڑ، پھول، تتلیاں، پرندے، رات کو آسمان پر چمکتے ستارے اور سبزے پر جگمگاتے جگنو۔ یہ سب کتنا دل کش ہے۔ سنہرو مچھلی بہت خوش تھی۔
"ہاں یہ سب بہت پیارا ہے سنہرو! ہماری اس جھیل اور اس وادی میں ہر وقت ایک مسحور کن خوشبو بھی تو پھیلی رہتی ہے۔" ساتھی مچھلی نے کہا۔
"جی ہاں! پھولوں کی خوشبو۔" سنہرو نے جواب دیا۔
"جی نہیں! یہاں کے لوگ آپس میں پیار محبت سے رہتے ہیں۔ لڑتے جھگڑتے نہیں۔ ایک دوسرے کی برائیاں نہیں کرتے۔ یہ پیار محبت کی خوشبو ہے سنہرو!!" ساتھی مچھلی نے جواب دیا۔
"تو سنہرو! ہمم۔۔۔" کرتے تیرتی ہوئی پانی میں دور نکل گئی۔
اگلی صبح سنہرو اور ساتھی مچھلی تیرتے ہوئے جھیل کی سطح کی طرف آئیں تو گھبرا گئیں۔
"سنہرو کیا تمہیں بھی بو آ رہی ہے؟" ساتھی مچھلی نے فکر مندی سے سنہرو کی جانب دیکھا۔
"جی ہاں، بہت تیز، سانس بند ہو رہی ہے۔"
"آئی کنارے تک جا کر دیکھتے ہیں کیا معاملہ ہے؟"
وہ دونوں تیرتی ہوئی کنارے تک گئیں تو کیا دیکھتی ہیں۔
ایک اسکول بس سے بہت سی طالبات اور چند معلمات اتر کر جھیل کی طرف آ رہی تھیں۔
"یہ شاید شہر سے یہاں سیر کے لیے آئی ہیں۔" ساتھی مچھلی نے کہا۔
"جی ہاں، لیکن وہ دیکھو سنہرو!" مچھلی نے گھبرائے ہوئے دو بچیوں کی طرف اشارہ کیا جو آپس میں کچھ کہہ رہی تھیں اور ان کے منہ سے سخت قسم کی بو نکل کر وادی میں پھیل رہی تھی۔
وہ باتیں کرتی کرتی جھیل کے قریب آ چکی تھیں۔
سنہرو اور ساتھی مچھلی کو ان کی آوازیں سنائی دینے لگی تھیں۔ وہ اپنی کسی ایسی ساتھی کی برائی کر رہی تھیں جو وہاں موجود نہیں تھی اور ان کی یہی باتیں بدبو بن کر وادی کی فضا کو آلودہ کر رہی تھیں۔
سنہرو ساتھی مچھلی سے کہنے لگی۔
"یہ بچیاں کیسی بری باتیں کر رہی ہیں۔ پیٹھ پیچھے کسی کی برائی کرنا کتنا برا عمل ہے۔ ان کے اس عمل کی وجہ سے کتنی بدبو پھیل رہی ہے۔ میرا تو سر چکرا رہا ہے۔" ساتھی مچھلی بھی اداس تھی۔
اتنے میں ساتھی اور سنہرو مچھلی نے دیکھا کہ ایک معلّمہ ان بچیوں کے قریب آن بیٹھی تھی۔ اب وہ ان سے باتیں کرنے لگی۔
سنہرو اور ساتھی مچھلی غور سے معلّمہ کی باتیں سننے لگیں۔
"آپ دونوں کیا باتیں کر رہی ہیں؟" معلّمہ نے پوچھا۔
"وہ کیا۔۔۔۔ یہ۔۔۔۔ میں" ان دونوں سے کوئی جواب نہ بن پایا۔
تو معلّمہ کہنے لگیں: "آپ دونوں اپنی ساتھی طالبہ اسما کی برائیاں کر رہی تھیں۔ اسما تو یہاں موجود بھی نہیں۔" معلّمہ نے انھیں گھورا تو انھوں نے شرمندگی سے سر جھکا لیے۔
انھیں شرمندہ دیکھ کر معلّمہ نرمی سے کہنے لگیں۔
"میری عزیز طالبات! پیارے رسول خاتم النبیین ﷺ نے فرمایا ہے:
"وَلَا تَدَابَرُوْا" کسی کی پیٹھ پیچھے برائی نہ کرو۔"
"یہ ایک برا اور بدبودار عمل ہے۔ یہ گناہ ہے۔"
"پیٹھ پیچھے کسی کے برائی کرنا اس شخص کا مردہ گوشت کھانے کے برابر ہے۔"
"میری بیٹیو! کیا تم یہ گناہ، یہ بدبو اور یہ کھانا اپنے لیے پسند کرو گی؟"
معلّمہ کے سمجھانے کا ان دونوں طالبات پر گہرا اثر ہوا اور انھوں نے ہمیشہ کے لیے اس بُرے کام سے توبہ کی۔
اللہ تعالیٰ سے معافی مانگی۔
اسما سے معافی مانگنے کا پکا ارادہ کیا اور اسما کے لیے دعا بھی کی۔
ان کے اس عمل سے فضا میں پھیلی بدبو ختم ہونے لگی اور وادی کی وہی مسحور کن خوشبو واپس لوٹنے لگی۔
سنہرو اور ساتھی مچھلی اللہ کا شکر ادا کرتے خوشی خوشی جھیل میں تیرنے لگیں۔

واہ رجوڑی واہ!!!

"جس طرح جعلی نوٹ سے خریداری نہیں ہو سکتی نا! بالکل اسی طرح محبت کا صرف دعویٰ کرنے سے کامیابی نہیں مل سکتی۔ ہمیں سچی محبت کرنی پڑے گی یہاں سے۔" میں نے دل پر ہاتھ رکھ کر کہا تھا مجمع پر جیسے سکوت طاری تھا۔

"اور کیوں نہ ہو محبت ہمیں! ہمارے ایمان کی بنیاد ہی اسی محبت پر ہے۔" میں نے جذب سے کہا تھا، خواتین اثبات میں گردن ہلانے لگی تھیں۔

حدیثِ پاک کا مفہوم ہے کہ "تم میں سے کوئی شخص اس وقت تک کامل ایمان والا نہیں ہو سکتا جب تک کہ میں اسے اس کے ماں باپ، بہن بھائی اور سب سے بڑھ کر عزیز نہ ہو جاؤں۔" میں نے ایک لمحے کے لیے رک کر سب مستورات کو نظر بھر کر دیکھا اور سلسلہ کلام وہیں سے جوڑ دیا۔

آج ہمارا یہ حال ہے کہ ہمارے عزیز سے کوئی ان کا عزیز ہی بد تمیزی کرے تو وہ بندہ ہمیں زندگی بھر اچھا نہیں لگتا ایسا ہی ہے ناں؟ ہمارے والدین سے اگر کوئی بد تمیزی کرے، برا بھلا کہے تو ہمیں اس پر شدید غصہ آتا ہے معافی تلافی بھی کر لے تو بھی ہم کھنچے کھنچے رہتے ہیں لیکن آقاؐ کی شان میں گستاخی کرنے والے والوں اور ان کے حق پر ڈاکا ڈالنے والے ملعون کی حمایتیوں سے ہم لین دین بھی کرتے ہیں۔ مصنوعات بھی استعمال کرتے ہیں تاویلیں بھی گھڑتے ہیں۔

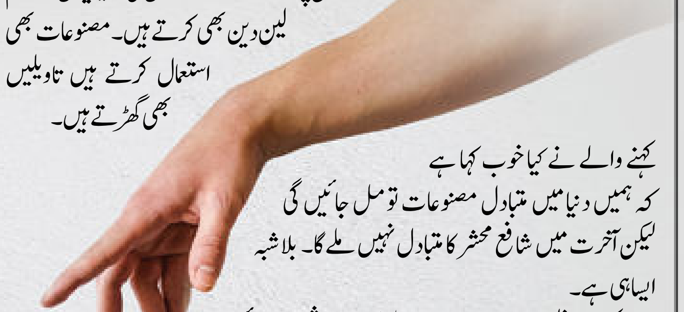

کہنے والے نے کیا خوب کہا ہے
کہ ہمیں دنیا میں متبادل مصنوعات تو مل جائیں گی
لیکن آخرت میں شافع محشر کا متبادل نہیں ملے گا۔ بلا شبہ ایسا ہی ہے۔

"آج کی تاریخ یعنی سات ستمبر جب آقا ﷺ کے دشمنوں کو آئین میں غیر مسلم قرار دیا گیا تھا ہر سال آکر ہماری روحوں کو سرشار کرتا ہے اور ہم تجدید عزم کرتے ہیں کہ ان ظالم غیر مسلموں کا ہم ہر جگہ ہر طریقے سے مکمل بائیکاٹ کرتے ہیں۔" میں نے موضوع کو سمیٹتے ہوئے اختتامی جملے کہے۔

قادیانی مصنوعات کی لسٹ ہم نے آپ کو دی ہے آپ بھی اپنے قریبی لوگوں تک پہنچا دیجیے۔ آگاہی اور بائیکاٹ کا سلسلہ رکنا نہیں چاہیے۔ تمام خواتین نے آہستگی سے لیکن پُر عزم آواز میں ان شاء اللہ کہا تھا۔ میں نے دعا کے لیے ہاتھ اٹھا دیے۔

میں سلمیٰ اختر زندگی کے ساٹھ سال گزار چکی تھی اپنے معمولات سے بے حد مطمئن تھی۔ درس و تدریس کا سلسلہ، جماعتوں میں جانا اور گھر میں جماعتوں کو وصول کرنا بس یہی میری مصروفیت تھی۔ بچے، بچوں کے بچے سب مسجد مدرسوں سے منسلک تھے۔ میرا دل چاہتا تھا کہ میں ہر سننے والے کے دل میں آقا ﷺ کی سچی محبت ڈال دوں۔ بھلا دلوں میں محبت ڈالنے کا اختیار میرے پاس کہاں تھا لیکن ذکر سے تو وجود میں آنا معمول کی بات ہے لہٰذا میں ہر درس میں آقا ﷺ سے محبت کی بات ضرور کرتی تھی۔ مجھے یقین ہے ہر دل میں آقا ﷺ کی محبت کا ننھا سا بیج موجود ہوا ہی کرتا ہے، کب وہ ننھا بیج کسی کی آبیاری سے تناور درخت بن جائے وہ تو رب ہی جانتا ہے، ہمارا کام فقط آبیاری کرنا ہے۔

"رجوڑی۔۔۔"

"آئی۔۔۔" رجوڑی دوڑتی ہوئی آئی تھی۔ نام تو اس کا رضیہ تھا، لیکن اُس کی ماں اسے رجو کہا کرتی تھی اور میری بہو بیٹیاں رجوڑی۔ وہ دس سال کی میرے گھر میں آئی تھی تب سے ہر درس، ہر تعلیم میں بیٹھا کرتی تھی۔ میں محبت سے اُسے رضیہ کہتی اور غصے سے رجوڑی جب کبھی میں رجوڑی کہتی تو وہ دوڑتی ہوئی آتی کیا کمی کوتاہی رہ گئی اور میں ناراضی سے اسے اور اس کے کیے کام کو دیکھتی رہتی۔ وہ میری چپ سے سب سمجھ جاتی۔ "وضو کر کے ابھی آئی۔" رجو دوڑتی ہوئی وضو کرنے گئی اور نزدیک آکر میرے ساتھ بیٹھ کر درود پاک پڑھنے لی۔ میری بہو بیٹیاں اُس کی پھرتی دیکھ کر ہنسنے لگی تھیں اور میں آنکھیں میچے پڑھنے میں مصروف تھی۔

"انڈیا میں آقا ﷺ کی شان میں گستاخی" بچوں نے موبائل پر بتایا تھا دل خون کے آنسو رونے لگا۔ اس دن میں نے معمول سے زیادہ درود پاک پڑھا تھا، لیکن رجو کی طبیعت اچانک ہی خراب ہو گئی تھی۔ میں نے اُسے اپنی بچیوں کی طرح ہی رکھا تھا۔ میں اسے ہسپتال لے کر بھاگی تھی۔ میں رجو کے ساتھ ہاسپٹل میں مصروف ہو گئی تھی۔

"رجوڑی۔۔۔" میں بار بار پکارتی لیکن دوڑ کر آنے والی کبھی نہ آنے کے لیے چلی گئی تھی۔ گزشتہ پندرہ دن میں پندرہ سو دفعہ رجوڑی کہا ہو گا، لیکن جواب ندارد۔۔۔

"وہ مجھ سے بہت آگے تھی۔ مجھے لگتا تھا بس آقا ﷺ سے مجھے ہی محبت ہے۔ میں ہی روزانہ کثرت سے درود پاک پڑھتی ہوں۔ میں ہی دل میں دشمنوں کے لیے بغض رکھتی ہوں، بس میں۔۔۔ میں، میں میں سمجھتی رہی اور وہ محبت میں مر گئی۔" میں تڑپ کر روئی تھی۔ میں خود اپنی کیفیت سمجھنے سے قاصر تھی۔ نہ جانے مجھے رجوڑی کے جانے کا دکھ تھا یا اُس پر رشک آرہا تھا؟ مجھے نہیں پتا تھا، لیکن اُس کے آخری جملے پر غنودگی میں جانا۔۔۔ اس نے میرا ہاتھ پکڑ کر کہا تھا۔

"دل پھٹ رہا ہے اماں۔۔۔ سب کچھ تو چھوڑ دیا دشمنوں سے کوئی کہے کہ اب کیا جینا چھوڑ دیں۔"

"ہم آقا ﷺ کے دشمنوں سے ہار نہیں مانیں گے، ڈٹ کر مقابلہ کریں گے۔" میں نے اُس کا ہاتھ دبا کر کہا تھا۔

"وہ ملعونہ میری پہنچ سے دور ہے۔ اسے جینے کا کوئی حق نہیں، اگر وہ جی رہی ہے تو پھر ہمیں جینے کا حق نہیں، زندہ رہتے ہوئے شرمندگی محسوس ہو گی۔"

اُس کی آنکھوں کے کنارے گیلے تھے۔ میں دم بخود تھی۔ "دعا کیجیے گا اللہ ختمِ نبوت کے محافظین میں شمار فرمائے۔ انھی کے ساتھ حشر فرمائے۔" میں نے آمین کہا تھا۔ اُس نے آہستگی سے آنکھیں موندھ لیں تھیں، میں اس کے بال سہلا رہی تھی۔

نہ جانے کتنی دیر بعد ڈاکٹر نے آکر جان لیوا ہارٹ اٹیک کی تصدیق کر دی تھی۔

آقا ﷺ کے چاہنے والے اربوں نہیں کھربوں کی تعداد میں ہوں گے۔ مجھ جیسے محبت کا خالی خولی دعویٰ کرنے والے کل قیامت کے روز کہاں کھڑے ہوں گے؟

"محبت کے ننھے بیج کی آبیاری آپ نے کئی دلوں میں کی ہے، اماں بہت سے لوگوں کو محبت کرنا سکھایا ہے، خالی خولی دعویٰ کہاں۔" میرا بیٹا مجھے تسلی دے رہا تھا۔

وہ کافی دیر بولتا اور مجھے سمجھاتا رہا تھا جو کچھ بھی تھا آج میرے دل سے یہ غلط فہمی کہیں یا خوش فہمی کہیں ختم ہو گئی تھی کہ میں سب سے زیادہ درود پاک پڑھنے والی آقا ﷺ سے محبت کرنے والی اور ان کی شان پر مر مٹنے والی واحد خاتون ہوں۔

آقا ﷺ کے چاہنے والے ہزاروں مر مٹنے والے لاکھوں اور محافظین ختمِ نبوت اَن گنت تھے ہیں اور ہمیشہ رہیں گے۔

کسی جھیل کے کنارے ایک مرغابی رہتی تھی۔ مرغابی بہت خوش اخلاق اور ہنس مکھ طبیعت کی مالک تھی۔ جھیل میں بہت سے جانور اور چرند، پرند رہتے تھے۔ جھیل کے سبھی مکین مرغابی کی بہت عزت کرتے تھے۔ ایک دن جھیل میں ایک بطخ اپنے دو بچوں کے ساتھ رہنے آ گئی۔ جھیل میں سب نے ہی اس کا بہت اچھے انداز سے استقبال کیا۔ بطخ نے پہلے دن سے ہی جان لیا تھا کہ مرغابی کی اس جھیل میں بہت اہمیت ہے اور سب اس کی عزت کرتے ہیں۔ اس کی بات کو نہ صرف ترجیح دیتے ہیں، بل کہ اپنے مشوروں میں بھی اسی کی رائے کا احترام کرتے ہیں۔ بطخ اپنے دل میں مرغابی کے لیے بغض رکھنے لگی اور اس نے سوچ لیا کہ وہ کسی نہ کسی طرح مرغابی کو اپنے راستے سے ہٹا کر ان سب کی نظروں میں اپنا مقام بنا لے گی۔ مرغابی بے چاری اس بات سے بے خبر تھی۔ مرغابی تو بطخ اور اس کے بچوں کے ساتھ بھی بہت پیار سے پیش آتی تھی، اس نے تو کبھی اسے غیر نہیں سمجھا تھا۔

"ارے بہن! آپ کو کیا بتاؤں کہ اس وقت میری کیا حالت تھی؟" بطخ نے مادہ ہنس کے پاس جا کر سرگوشی کی۔

"سب خیریت تو ہے نا! کیا ہوا ہے؟" مادہ ہنس نے پریشانی سے اس کی طرف دیکھتے ہوئے پوچھا۔

"بہن! میں جب جھیل میں آئی تھی تو مرغابی کی اتنی تعریفیں سنیں تھیں کہ اس بات کی قائل ہو گئی کہ وہ واقعی بہت اچھے مزاج کی ہے، لیکن آج۔۔۔" بطخ نے اپنے لہجے میں اداسی بھرتے ہوئے کہا۔

"بطخ بہن! ساری بات کھل کر بتاؤ۔" مادہ ہنس نے اسے اپنے بٹھاتے ہوئے کہا۔

"کچھ دیر پہلے میں اپنے بچوں کے ساتھ جھیل کے کنارے گھوم رہی تھی کہ اچانک مجھے تمہارے بچے دکھائی دیے، مرغابی بھی ان کے پاس موجود تھی، وہ بہت غصے سے انھیں ڈانٹنے کے ساتھ نہ جانے کیا کچھ سنا رہی تھی اور مجھے یہ دیکھ کر بہت دکھ ہوا۔" بطخ نے بہت چالاکی سے جال پھینکا۔

"کیا واقعی، مرغابی نے میرے بچوں کے ساتھ غصیلے لہجے میں بات کی۔" مادہ ہنس نے بے یقینی سے پوچھا۔

"ہاں، بالکل ایسا ہی ہے۔ چاہے اپنے بچوں سے پوچھ لینا۔" بطخ یہ کہہ کر اپنے گھر کی طرف چل دی۔

مادہ ہنس غصے سے ٹہلنے لگی، اتنے میں اس کے دونوں بچے بھی گھر آ گئے۔ وہ انھیں دیکھتے ہی بولی:

"ادھر آؤ تم دونوں۔۔ کیا آج مرغابی تمہارے ساتھ بدسلوکی سے پیش آئی تھی؟"

"جی امی جان! انھوں نے ہمیں بہت ہی زیادہ ڈانٹا اور سختی سے کہا کہ اب ہم ان کے گھر کے سامنے سے نہ گزریں۔" بچوں نے یک زبان ہو کر کہا۔

اپنے بچوں کی بات سن کر مادہ ہنس نے اپنے پَر پھُلائے۔ ایسا وہ اسی صورت میں کرتی تھی جب اسے کسی پر بہت غصہ آتا تھا۔ اب بطخ کا ارادہ تھا کہ جھیل پر رہنے والے سب دوستوں کے کان مرغابی کے خلاف بھر دے، تاکہ وہ اپنا وقار کھو بیٹھے۔ اِدھر مرغابی نے مادہ ہنس اور اس کے بچوں کا روکھا پھیکا رویہ دیکھا تو پریشان ہو کر سوچنے لگی کہ کوئی بات تو ہے جس کی وجہ سے وہ مجھ سے بدگمان ہیں۔ بطخ تو یہ سب دیکھ کر بہت خوش ہو رہی تھی اور اسے اپنا منصوبہ کام یاب ہوتا دکھائی دے رہا تھا۔

"اس سے پہلے کہ آنٹی مرغابی سے جھگڑا طویل ہو جائے، ہمیں امی جان کو سب کچھ سچ سچ بتا دینا چاہیے۔" بطخ کے ایک بچے نے دوسرے سے کہا۔

"یہی کہ آنٹی بطخ نے ہی ہمیں جھوٹ بولنے پر مجبور کیا تھا۔" دوسرے بچے نے کہا۔

"ہمیں اس طرح لالچ میں آ کر ان کی باتوں میں نہیں آنا چاہیے تھا، آنٹی مرغابی تو ہمارے ساتھ بہت اچھی ہیں، وہ تو اس دن ہمیں سمجھا رہی تھیں کہ اس راستے پر کانٹے بکھرے ہیں اس لیے دوسری طرف سے گزر جاؤ۔" بطخ کے دونوں بچے آپس میں باتیں کر رہے تھے، لیکن وہ نہیں جانتے تھے کہ کوئی چھپ کر ان کی باتیں سن رہا ہے۔

"تم دونوں کو شرم آنی چاہیے، صرف چند کھانے کی چیزوں کی خاطر آنٹی مرغابی پر الزام لگا دیا۔" مادہ ہنس اچانک ان کے پیچھے سے نکل آئی۔ اپنی امی کو سامنے دیکھ کر دونوں ڈر کے مارے ایک دوسرے کی طرف شرمندگی سے دیکھنے لگے۔

"امی جان! ہمیں معاف کر دیں۔ ہم آنٹی مرغابی سے بھی معافی مانگ لیں گے۔" وہ روتے ہوئے بولے۔

"مجھے تو اپنے رویے پر شرمندگی ہو رہی ہے کہ کس طرح بغیر سوچے سمجھے اس چالاک بطخ کی باتوں میں آ گئی۔" مادہ ہنس نے دوسری طرف منھ پھیرتے ہوئے کہا۔

"اب ہم آنٹی مرغابی کے حق میں بولیں گے۔ آیئے! امی جان۔" دونوں بچے اور مادہ ہنس ایک طرف کو چل دیے۔ کچھ دیر میں وہ جھیل کے مکینوں کو ایک جگہ پر اکٹھا کر چکے تھے۔

"دوستو! آپ سب کو یہاں بلانے کا ایک خاص مقصد ہے، امید ہے کہ آپ سب تحمل سے ہماری بات سنیں گے۔" مادہ ہنس نے یہ کہتے ہوئے سارا ماجرا بیان کر دیا۔ بطخ ایک دم سے اپنا جھوٹ کھلنے پر آنکھیں چرانے لگی۔ اس کی پہلی ہی چال ناکام ہو چکی تھی۔

"بطخ بی! ایک بات یاد رکھنا، جسے اللہ عزت دیتا ہے اس سے کوئی چھین نہیں سکتا، چاہے وہ اپنے مقصد کے لیے کتنے ہی منصوبے کیوں نہ بنا لے۔" بوڑھے مگرمچھ کی بات سن کر بطخ کو اپنی غلطیوں کا شدّت سے احساس ہوا۔ اس نے اللہ سے توبہ کرتے ہوئے سب سے معافی مانگ لی۔ انھوں نے بھی خوش دلی سے اسے معاف کر دیا۔ اب بطخ بہت سکون سے جھیل میں رہتی ہے، کیوں کہ وہ جان گئی ہے کہ کسی کے لیے بغض پالنے والے کبھی کام یاب نہیں ہوتے اور ان کی زندگی بھی سکون سے محروم ہی رہتی ہے۔

بطخ کی چال

سمیرا انور

پیاا شہیدوں کا صدقہ ہے
دولت پاکستان کی

نشا وقار

"ہم بور ہو رہے ہیں۔" انابیہ نے کوئی پانچویں بار دادو کے کمرے میں جھانک کر دانستہ زور سے کہا، تاکہ دادو سن لیں، لیکن! دادو ریڈیو سننے میں اس قدر محو تھیں کہ انابیہ کے زور سے بولنے پر بھی اس کی طرف متوجہ نہیں ہو سکیں، بالآخر انابیہ رونی صورت بنا کر دادو کو متوجہ کرنے کے لیے ان کے کمرے کے دروازے پر جا کر کھڑی ہو گئی۔ دادو نے دروازے پر انابیہ کو پریشان کھڑا دیکھا تو اشارے سے اسے اپنے پاس بلا کر پچکارنے لگیں: "دادو صبح سے بارش ہو رہی ہے باہر جا کر کھیل نہیں سکتے بارش کی وجہ سے لائٹ بھی نہیں ہے، نہ ٹی وی دیکھ سکتے ہیں، نہ ہی موبائل، بارش کی وجہ سے اسکول کی بھی چھٹی ہو گئی، اسکول میں آج یومِ دفاعِ پاکستان کی تقریب کے سلسلے میں ہونے والے مقابلوں کی تیاری کروائی جانی تھی جو بارش کی وجہ سے ملتوی ہو گئی، مجھے تو ویسے بھی آرٹ کی ٹیچر نے مشکل نغمہ دیا ہے جو میرے سر پر سے گزر گیا، لیکن ٹیچر نے کہا کہ یومِ دفاعِ پاکستان پر شہیدوں کو خراجِ تحسین پیش کرنے کے لیے اس سے بہتر کوئی نغمہ نہیں ہو سکتا کیوں کہ ہمارا پیارا پاکستان پیارے شہیدوں کا ہی صدقہ ہے۔" انابیہ نے رونی صورت بنا کر کہا: "واہ کتنی خوب صورت بات کی ٹیچر نے واقعی آج ہم جو اپنے پیارے پاکستان میں آزادانہ زندگی گزار رہے ہیں، گھوم پھیر رہے ہیں، اس کی خوب صورتی سے لطف اندوز ہو رہے ہیں۔ یہ سب پیارے شہدا کی وجہ سے ہی ممکن ہوا ہے، تم فکر مت کرو، ہم سمجھائیں گے نغمہ، ہم کرائیں گے اپنی ننھی نغمہ خواں کی اچھی سی تیاری" دادو کی بات سن کر انابیہ خوشی سے کھل اٹھی۔۔۔

"اچھا یہ تو بتاؤ نغمہ کون سا ہے؟ جو ہماری شہزادی کو مشکل لگ رہا ہے؟" دادو نے پیار سے انابیہ سے پوچھا۔ "آؤ بچو سیر کرائیں تم کو پاکستان کی"

"ارے واہ یہ تو بہت ہی زبردست نغمہ ہے۔" دادو اور انابیہ کی باتیں باہر سے آتے چاچو نے بھی سن لی، وہ انابیہ کے برابر والے گھر میں رہتے تھے۔ لائِٹ نہ ہونے کی وجہ سے ان کے دونوں بیٹے واصف اور سرمد بھی وقت گزارنے کے لیے باپ کے ساتھ ہی آ گئے تھے۔

"کیوں نہ ہم ایک گیم کھیلیں، انابیہ نغمہ پڑھے گی باقی سب چھوٹے بڑے ایک ایک کر کے اس نغمے کے اشعار کو اپنے اپنے انداز میں سمجھائیں گے اور دادو اس گیم کی جج ہوں گی جو زیادہ اچھا سمجھائے گا، اسے انعام ملے گا۔" چاچو کا گیم والا آئیڈیا سب کو بے حد پسند آیا۔ "اماں بی! انعام ایک سے زیادہ رکھیے گا، یہاں مقابلہ سخت ہونے والا ہے۔" کمرے میں گرما گرم پکوڑوں کی ٹرے لاتی امی جان نے واصف اور سرمد کی ذہانت سے چمکتی آنکھوں میں جھانکتے ہوئے کہا جو گیم کے نام پر جگمگ جگمگ کرنے لگی تھی۔ سب کو اپنی طرف متوجہ پا کر انابیہ نے اپنا چھوٹا سا دوپٹا کمر پر باندھا اور دادو کے تخت کو اسٹیج اور ان کے ٹی وی کے ریموٹ کو مائیک بنا کر لہک لہک کے نغمہ پڑھنے لگی۔

"آؤ بچو سیر کرائیں تم کو پاکستان کی۔۔۔"

آؤ بچو سیر کرائیں تم کو پاکستان کی
جس کی خاطر ہم نے دی قربانی لاکھوں جان کی
پاکستان زندہ باد، پاکستان زندہ باد
مشرق میں بنگال سنہرا اک طرف ہریالا ہے
یہاں کا پرچم سونے اور چاندی میں تلنے والا ہے
سیلابوں نے سینچا اس کو طوفانوں نے پالا ہے
یہاں کا بچہ بچہ اپنی قوم پر مرنے والا ہے
یہیں سراج الدولہ نے دنیا اپنی قربان کی
پاکستان زندہ باد، پاکستان زندہ باد

اس بند پر امی جان نے انابیہ کو اشارے سے رکنے کو کہا اور بند کی وضاحت کرنے لگی: "پاکستان کے مشرق میں بنگال واقع ہے جو ۱۶ دسمبر ۱۹۷۱ سے پہلے تک مشرقی پاکستان کہلاتا تھا، چوں کہ یہ نغمہ ۱۹۷۱ سے پہلے کا ہے، اس لیے اس میں بنگال یعنی مشرقی پاکستان کا ذکر ہے۔ کچھ لوگوں نے مشرقی پاکستان کو بنگلا دیش بننے کے بعد اس نغمے میں سے ان اشعار کو خارج کر دیا تھا۔ آج بھی یہ نغمہ بہت جوش و خروش سے پڑھا جاتا ہے، لیکن ان اشعار کو بہت کم لوگ پڑھتے ہیں، مجھے خوشی ہے کہ تمہاری ٹیچر نے ان اشعار کے ساتھ تمھیں نغمہ یاد کرایا ہے۔ یہ بہت اچھی بات ہے، ہماری نوجوان نسل کو اپنی تاریخ کا پتا ہونا چاہیے، ہم نے اپنے پیارے پاکستان کو بہت قربانیوں کے بعد حاصل کیا، جس میں سرِ فہرست ہمارے پیاروں کی جانیں تھیں، ان کی جانوں کا صدقہ یہ ملک پاکستان ہے۔ بنگلا دیش پاکستان کا حصہ تھا جو چند شر پسند عناصر کی وجہ سے ہم سے الگ ہو گیا۔

بنگلا دیش ایک زرخیز ملک ہے، یہاں پر سنہرے لہلہاتے کھیت یہاں کے محنت کشوں کی محنت کے گن گاتے ہیں۔ حدِّ نظر تک ہریالی ہی ہریالی دکھائی دیتی ہے، یہاں کی مٹی سونا ہے، جسے یہاں کے محنت کش اپنی محنت سے دوگنا کر دیتے ہیں، اسی وجہ سے یہاں کے اقتصادی حالت بہتری کی طرف گامزن ہے، جس کی وجہ سے اس کے پرچم کی اہمیت کو سونے چاندی سے موازنہ کیا گیا ہے۔ بنگلا دیش کو دریاؤں کی سرزمین بھی کہاں جاتا ہے، یہاں کثرت سے سیلاب اور طوفان آتے ہیں، لیکن یہاں کے لوگ ہمت اور حوصلے والے ہیں، ہر بار ڈوب کر ابھرتے ہیں، یہاں کا بچہ بچہ حب الوطنی کے جذبے سے سرشار اپنی قوم کے لیے مرنے مٹنے کے تیار دکھائی دیتا ہے، اسی سرزمیں پر سراج الدولہ جیسی عظیم شخصیات بھی گزری ہیں جنھوں نے اپنا سب کچھ اس سرزمین پر وار دیا۔ آہا! ہمارا مشرقی بازو اور ہمارے بنگالی بھائی ہم سے جدا ہو گئے۔ اتنا کہہ کر امی جان اپنی آنکھوں میں آئے آنسو دوپٹے کے پلو سے صاف کرنے لگیں۔

"انابیہ آپ اگلا بند پڑھیے۔" دادو نے رندھے ہوئے گلے کے ساتھ انابیہ کو اگلا شعر پڑھنے کو کہا مشرقی پاکستان کے ذکر پر دادو کی آنکھیں

بھی نم ہو گئی تھیں۔

پاکستان زندہ باد
پاکستان زندہ باد
دیکھو یہ ہے سندھ یہاں ظالم داہر کا ٹولہ تھا
یہیں محمد بن قاسم اللہ اکبر بولا تھا
ٹوٹی ہوئی تلواروں میں کیا بجلی تھی کیا شعلہ تھا
گنتی کے کچھ غازی تھے لاکھوں کا لشکر ٹولہ تھا
یہاں کے ذرے ذرے میں اب دولت ہے ایمان کی
جس کی خاطر ہم نے دی قربانی لاکھوں جان کی
پاکستان زندہ باد، پاکستان زندہ باد
پاکستان زندہ باد، پاکستان زندہ باد

”اماں بی اس بند کی وضاحت کا موقع مجھے دیں۔“ انابیہ کے چاچو اماں بی سے اجازت لے کر انابیہ کو نغمہ سمجھانے لگے۔

”سنیے جناب! سندھ میں راجہ داہر کی حکم رانی تھی، اس کے ظلم و ستم کے قصے دور دور تک پھیلے ہوئے تھے۔ اس کے سمندری ڈاکوؤں نے تاجروں کی زندگی اجیرن کی ہوئی تھی، عرب تاجر جانتے تھے کہ تجارت کے لحاظ سے سندھ دھرتی ہیرا ہے، لیکن داہر کی حکم رانی میں یہ ہیرا کیڑے لگا کھیرا بنتا جا رہا تھا اور تاجر آہستہ آہستہ یہاں کا رخ کرنا چھوڑ رہے تھے، یہاں کے باسیوں کو ظالم داہر کے مظالم سے بچانے کے لیے محمد بن قاسم نے سندھ پر حملہ کیا، یہاں کے عوام جن کی اکثریت غیر مسلم تھی داہر کے خلاف جنگ میں محمد بن قاسم کے ساتھ کھڑے تھے۔ محمد بن قاسم کی فوج اور ان کے پاس موجود جنگی سامان داہر کے مقابلے میں کچھ بھی نہیں تھا، لیکن جذبۂ ایمانی کی طاقت اور بہادری سے لڑنے پر محمد بن قاسم کو فتح نصیب ہوئی، جس کی وجہ سے سندھ کو باب الاسلام یعنی اسلام کا دروازہ بھی کہا جاتا ہے۔ سندھ سے اسلام برصغیر میں تیزی سے پھیلا۔ محمد بن قاسم کو جب سندھ کے باسیوں نے راجہ داہر سے بہتر پایا تو ان کے اخلاق و عادات سے متاثر ہو کر وہاں کے غیر مسلم بھی جوق در جوق اسلام کے مضبوط قلعے میں داخل ہوتے چلے گئے اور اس طرح کچھ ہی عرصے میں سندھ اسلام کا مضبوط قلعہ بن گیا، اب یہاں کا ذرہ ذرہ ایمان کی دولت سے مالا مال ہے۔“ چاچو کے سمجھانے پر انابیہ نے خوشی سے نہال ہوتے ہوئے دوبارہ لہک لہک کر نغمہ پڑھنا شروع کر دیا۔

پاکستان زندہ باد
پاکستان زندہ باد
یہ اپنا پنجاب سجا ہے بڑے بڑے درباروں سے
جگا دیا اقبال نے اسے آزادی کے نعروں سے
اس کے جوانوں نے کھیلا ہے اپنے خون کے دھاروں سے
دشمن تھرا جاتے ہیں اب بھی ان کی للکاروں سے
دور دور تک دھاک جمی ہے یہاں کے شیر جوان کی
جس کے خاطر ہم نے دی قربانی لاکھوں جان کی
پاکستان زندہ باد، پاکستان زندہ باد
پاکستان زندہ باد، پاکستان زندہ باد

یہاں تک پڑھ کر انابیہ سوالیہ نظروں سے کمرے میں موجود سب لوگوں کو دیکھنے لگی کہ اب کون سمجھائے گا؟ ”اس بند کی تشریح تو ہمارے سرمد شہزادے سے زیادہ اچھی کوئی کر ہی نہیں سکتا۔“ دادو نے سرمد کو اپنی طرف دیکھتا پایا تو سمجھ گئی کہ سرمد اس بند کی تشریح کرنا چاہتا ہے، لیکن اپنی شرمیلی طبیعت کی بنا پر جھجھک رہا ہے۔ ”جی دادو جیسے آپ کا حکم۔۔۔“

صوبہ پنجاب کی خاص پہچان یہاں کہ پانچ دریا اور یہاں موجود مزارات ہیں، یہاں پر بڑے بڑے اولیا کرام گزرے ہیں، جن میں حضرت داتا گنج بخش علی ہجویریؒ کو خاص مقام حاصل ہے، جس کی وجہ سے لاہور کو داتا کی نگری بھی کہا جاتا ہے علامہ اقبال کی آخری آرام گاہ بھی لاہور میں ہی واقع ہے۔ جہانگیر کا مقبرہ بھی یہاں کے تاریخی مقامات میں بڑی اہمیت کا حامل ہے۔ علامہ اقبال کیوں کہ پنجاب دھرتی کے بیٹے تھے، یہی وجہ ہے کہ ان کی روح کو جھنجھوڑ دینے والی شاعری نے سب سے پہلے پنجاب کے زندہ دل جوانوں کے دل پر اثر کیا، ان کی انقلابی شاعری سے پورا پنجاب آزادی کے نعروں سے گونج اٹھا۔ ان کی شاعری نے یہاں کے نوجوانوں میں ایک نئی روح پھونک دی تھی۔ پنجاب کے جوانوں کے بہادری اور دلیری کے قصے دور دور تک پھیلے ہوئے ہیں، جب وہ شیر کی طرح گرجتے ہیں تو دشمن کانپ جاتے ہیں، آزادی کے بیج کی آبیاری ہمارے پنجابی بھائیوں نے اپنے خون سے کی ہے، ان کے جوش و جنون کے آگے دشمن پانی بھرتے نظر آتے ہیں، ان کی ایک للکار پر دشمن خوف سے تھرا جاتے ہیں۔

پاکستان زندہ باد پاکستان زندہ باد
ایک طرف خیبر دیکھو سرحد کی شان بڑھاتا ہے
شہر خدا کی قوت کا افسانہ یہ دہراتا ہے
ایک طرف کشمیر ہمیں جنت کی یاد دلاتا ہے
یہ راوی اور اٹک کا پانی امرت کو بھی شرماتا ہے
پیارے شہیدوں کا صدقہ ہے دولت پاکستان کی
جس کی خاطر ہم نے دی قربانی لاکھوں جان کی
پاکستان زندہ باد، پاکستان زندہ باد
آؤ بچوں سیر کرائے تم کو پاکستان کی
جس کی خاطر ہم نے دی قربانی لاکھوں جان کی
پاکستان زندہ باد، پاکستان زندہ باد

”دادو یہ والا بند میں سمجھاؤں؟“ واصف نے قدرے جھجھکتے ہوئے دادو سے پوچھا۔ ”جی عالی جاہ اب آپ ہی کی باری ہے، آپ شروع کریں سمجھانا۔“ انابیہ نے شرارت سے واصف کو دیکھتے ہوئے کہا۔

”صوبہ سرحد جیسے اب خیبر پختون خواہ کے نام سے جانا جاتا ہے، یہاں موجود درّہ خیبر سے سرحد کی شان میں اضافہ ہوتا ہے کیوں کہ یہ ہمیں حضرت علی کرّم اللہ وجہہ کی بہادری کی یاد دلاتا ہے کہ انھوں نے کتنی دلیری سے دشمن کا مقابلہ کر کے خیبر کا قلع فتح کیا تھا۔ دوسرے مصرعے میں کشمیر کی خوب صورت وادیوں کی تعریف کی گئی ہے کہ اس کو دیکھ کر جنت کا خیال آتا ہے کہ جب دنیا اتنی خوب صورت ہے تو پھر جنت کتنی خوب صورت ہو گی۔ ایک طرف راوی اور اٹک کا ٹھنڈا میٹھا پانی ہے جسے پی کر ایک سکون اور تازگی روح میں اتر جاتی بقول شاعر کہ امرت پی کر شاید ہی ایسی تازگی اور سکوں نصیب ہو جو راوی اور اٹک کے پانی میں ہے۔ اگلے مصرعے میں شہیدوں کو خراج تحسین پیش کیا گیا ہے کہ آج ہم جس ملک میں آزادانہ سانس لے رہے ہیں، وہ ہمارے شہیدوں کے خون کا خراج ہے جو انھوں نے ہمارے اور ہماری آنے والی نسلوں کے سکھ کے لیے بہایا تھا۔

واصف نے نغمہ سمجھانے کے بعد بے قراری سے دادو سے پوچھا۔

”دادو انعام کیسے ملے گا یہ گیم کون جیتا؟“۔ واصف کی بے صبری پر دادو بے ساختہ مسکرا دی۔

”اس گیم کی خاص بات یہ ہے کہ اس گیم میں کوئی ہارا نہیں ہے، سب جیتے ہیں، اس لیے انعام کے حق دار سب ہیں اور انعام آپ لوگوں کا یہ ہے کہ ہم سب چھ ستمبر کو انابیہ کے اسکول کی تقریب میں جائیں گے، اس کی پرفارمینس دیکھیں گے، اس کے بعد ہم پی۔ اے۔ ایف میوزیم جائیں گے، کیوں کہ ۶ ستمبر ۱۹۶۵ کی جنگ میں پاک فضائیہ کا بہت اہم کردار رہا ہے۔ یومِ دفاع کا دن ہمیں پاک فضائیہ کے عظیم کارناموں کی یاد دلاتا ہے۔“ دادو کی بات سن کر سب بچے خوشی سے جھومنے لگے اور انابیہ کے ساتھ مل کر نغمہ پڑھنے لگے۔

کھٹی میٹھی ٹافی

سائرہ شاہد

حارث اور اسد چھٹی جماعت کے طالب علم تھے اور ایک دوسرے کے بہت اچھے دوست تھے۔ انھوں نے چھٹی جماعت کے امتحانات دیے اور آخری پرچے کے بعد اسد نے کہا: ”حارث! آج الحمد للہ، ہمارے سارے پیپر ختم ہو چکے ہیں، چلو کینٹین سے کچھ کھاتے ہیں۔“

حارث نے اسد کی بات سُنی تو وہ خوشی سے اس کے ساتھ ہو لیا اور کینٹین جا پہنچے۔

”أَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَةُ الله وَبَرَكَاتُهُ چاچا جی! دو شیزان اور چار سموسے دے دیجیے۔“

اسد نے کینٹین والے حامد چاچا کو سلام کر کے اپنا آرڈر دیا۔

”شیزان نہیں، میں شیزان بالکل نہیں پیوں گا۔“

حارث نے جلدی سے کہا تو اسد نے حیرانی سے اس کی طرف دیکھا اور صرف ایک شیزان لے کر کرسی پر بیٹھ گیا۔ حارث نے اس کی شیزان اٹھائی اور حامد چاچا کو واپس کرتے ہوئے بولا: ”اسد بھی شیزان نہیں لے گا۔“

حامد چاچا بھی حیران رہ گئے کہ آخر حارث کے دماغ میں کیا چل رہا ہے۔ حارث اور اسد اب کرسیوں پر بیٹھے اپنے سموسے کھانے لگے۔

”تم نے شیزان نہیں پینی، لیکن مجھے تو پینے دیتے۔ میں نے اتنے دن سے پیسے جمع کر رکھے تھے کہ پارٹی کریں گے۔“

اسد نے ناراض ہوتے ہوئے کہا تو حارث نے جواب دیا: ”تم میرے پیارے دوست ہو اور اپنے دوست کو غلط چیز سے روکنا میری ذمے داری ہے۔ شیزان قادیانیوں کی کمپنی ہے اور ایسے کافروں کی مصنوعات استعمال کرنا ٹھیک نہیں۔“

حارث کے جواب سے اسد نے اپنا سر تھاما۔

”تم بھی بالکل انتہا پسند بنتے جا رہے ہو، جب کہ اسلام امن کا درس دیتا ہے۔ یہاں کی ہر چیز مسلمانوں نے نہیں بنائی تو کیا ہم ہر چیز سے رُک سکتے ہیں؟“ اسد نے غصے سے سوال کیا۔

”باقی کافر جو یہودی یا عیسائی ہیں، ان کی اپنی پہچان ہے جب کہ قادیانی خود کو مسلمان کہہ کر ہم مسلمانوں کو دھوکا دیتے ہیں اور سچے مسلمانوں کو کافر سمجھتے ہیں۔ تمھیں پتا ہے ناں وہ ہمارے پیارے آقا حضرت محمد ﷺ کو آخری نبی نہیں مانتے اور ان کی شان میں گستاخی کرتے ہیں۔“

حارث نے تسلی سے تفصیلی جواب دیا، لیکن اسد سمجھنے کو تیار نہیں تھا۔ اس کی صرف ایک بحث تھی کہ سب کافر ہیں، پھر قادیانیوں سے بائیکاٹ کیوں؟ حارث جب اسے سمجھا کر تھک گیا تو وہاں سے اٹھ کھڑا ہوا۔

”ایک منٹ رکو، میں ابھی آیا۔“

یہ کہتے ہی حارث وہاں سے چلا گیا اور حامد چاچا کے پاس جا رُکا۔ حامد چاچا ان کی ساری بات چیت دل چسپی سے سُن رہے تھے اور انھیں اسد کی بات ٹھیک لگ رہی تھی۔ حارث کو اپنی طرف آتا دیکھ کر حامد چاچا اپنا کام کرنے لگے۔

”چاچا! آپ کے پاس کچھ کھٹی اور کچھ میٹھی ٹافیاں ہیں؟“

حارث نے سوال کیا تو حامد چاچا نے جلدی سے ٹافیاں نکال کر دے دیں۔ حارث نے دو میٹھی اور دو کھٹی ٹافیاں اٹھا کر ان کے پیسے دیے۔ حارث نے میٹھی ٹافی کھول کر کھا لی اور اس شاپر میں کھٹی ٹافی ڈال دی۔ اب وہ اسد کے پاس چلا گیا جب کہ حامد چاچا اس کو توجہ سے دیکھنے لگے۔

”یہ لو! میٹھی ٹافی کھاؤ گے یا کھٹی؟“

حارث نے دو ٹافیاں دکھائیں تو اسد نے میٹھی ٹافی اٹھا لی اور مزے سے کھانے لگا۔ حارث نے بدلی ہوئی ٹافی بھی اسے کھانے کو دی، لیکن اسے منہ میں رکھتے ہی اسد چلایا۔

”یہ کیا میٹھی ٹافی کے شاپر میں اتنی کھٹی ٹافی، اخ تھو۔۔۔“

حارث اس کی حالت پر ہنسنے لگا اور کہا: ”اگر پتا ہوتا کہ یہ کھٹی نہیں ہے تو تم آرام سے کھا جاتے، لیکن میٹھی سمجھ کر کھا لی اور اندر سے کھٹی نکل آئی تو بہت بری لگ رہی ہے ناں؟ یہی فرق عام کافروں اور قادیانیوں کا ہے۔ عام کافروں کا پتا ہوتا ہے وہ کافر ہیں اور ان سے دھوکا کھانا مشکل ہے جب کہ قادیانی میٹھی ٹافیوں میں چھپی کھٹی ٹافی کی طرح ہیں، جس سے ہم مسلمان دھوکا کھاتے ہیں۔ کیا سمجھے؟“

حارث نے آخر میں مسکراتے ہوئے سوال کیا تو اسد نے جواب دیا: ”یہی کہ ہمیں عقیدہ ختم نبوت ﷺ کی حفاظت کرنی ہے اور دھوکے باز کافر قادیانیوں سے بائیکاٹ کرنا ہے، کیوں کہ وہ میٹھے میں چھپی کھٹی ٹافیوں کی طرح ہیں جو منہ کا ذائقہ یعنی ہمارا ایمان خراب کرتے ہیں۔“

ان دونوں کی باتیں سن کر حامد چاچا مسکرائے اور بولے: ”بہت شکریہ ننھے محافظو! میں بھی تم دونوں کی باتیں سمجھ گیا ہوں۔ میں آج ہی ہیڈ ماسٹر صاحب سے کہہ کر کینٹین سے یہ ساری چیزیں نکلواتا ہوں۔ ان شاء اللہ!“

حامد چاچا کی بات سُن کر حارث اور اسد نے ”ان شاء اللہ“ کہا اور اپنے باقی بچے ہوئے ٹھنڈے سموسے کھانے لگے۔

ندامت کے آنسو

فرزین لہرا

بہت سال پہلے کی بات ہے، کسی جگہ شہزاد نامی بچہ رہا کرتا تھا۔ ویسے تو وہ پڑھائی میں بہت اچھا تھا، لیکن اس کی شرارتیں اکثر ہی لوگوں کی ناک میں دم کر دیتیں۔ بہت سے لوگ اسے سمجھاتے لیکن شہزاد کی باتوں بلکہ ان کی ڈانٹ کو بھی ہنسی میں اڑا دیتا۔ اسے لگتا تھا کہ چوں کہ وہ پڑھائی میں تیز ہے، اس لیے اسے پورا حق ہے کہ وہ خوب شرارتیں کرے۔

وہ بھی ایک ایسا ہی دن تھا جب شہزاد بہت خوش خوش اسکول گیا ہوا تھا اور خوش کیوں نہ ہوتا؟ آج اس کے امتحان کا نتیجہ آنے والا تھا۔ شہزاد کو پورا یقین تھا کہ وہ ٹاپ کرے گا، کیوں کہ اس نے بڑی محنت کی تھی اور اس کے سارے پرچے بہت اچھے گئے تھے۔

آخر رزلٹ آ ہی گیا اور شہزاد خوشی کے مارے اچھلنے لگا۔ اس کی امیدیں بے بنیاد نہیں تھیں۔ شہزاد نے نہ صرف پوری اسکول میں ٹاپ کیا تھا بلکہ غیر نصابی سرگرمیوں میں بھی آگے آگے رہنے پر اسے ایک ٹرافی سے بھی نوازا گیا تھا۔ آج تو وہ جتنا بھی جشن مناتا کم تھا۔

”علی! میرے گھر چلو آج، میری پہلی اور تمھاری دوسری پوزیشن آئی ہے۔ ہم خوب پارٹی کریں گے۔“ شہزاد نے اپنے دوست علی کو خوشی سے گول گول گھماتے ہوئے کہا۔

علی کو یہ آئیڈیا بہت اچھا لگا اور وہ بھی کوئی کم خوش نہیں تھا۔ ”ٹھیک ہے۔ میں آج شام تمھارے گھر آتا ہوں۔“ علی نے جوش سے اس کا ہاتھ دباتے ہوئے کہا اور یوں دونوں اپنے اپنے گھر چل دیے۔

شام ہوتے ہی علی شہزاد کے گھر آ گیا۔ شہزاد اسے دیکھ کر بہت خوش ہوا۔ کافی دیر تک دونوں باتیں کرتے رہے۔ گاڑی کے ہارن کی آواز سن کر شہزاد نے کھڑکی سے باہر دیکھا۔ اس کے پڑوسی اپنی فیملی کے ساتھ کہیں باہر سے لوٹے تھے۔ ان کے ہاتھوں میں بھرے تھیلوں سے لگ رہا تھا کہ شاید مہینے بھر کی خریداری کر کے آ رہے تھے۔ ان کے دیکھتے ہی دیکھتے وہ لوگ اپنے گھر کے اندر چلے گئے اور دروازہ بند ہو گیا۔

شہزاد کی آنکھیں کسی خیال سے چمک سی گئیں، وہ اپنی کرسی سے کھڑا ہوا اور دبے پاؤں چلتا ہوا اپنے لان سے گزر کر پڑوسی کے لان میں چلا گیا۔ علی حیرت سے اسے دیکھ رہا تھا۔ ان کے گھر کے داخلی دروازے پر پہنچ کر اس نے احتیاط سے باہر سے کنڈی لگا دی اور پنجوں کے بل چلتا ہوا دوبارہ سے اپنے لان میں موجود علی کے برابر آ بیٹھا۔

علی نے خفا ہو کر شہزاد کی طرف دیکھا اور کہا: ”شہزاد! یہ کیا حرکت ہے؟“

شہزاد نے لاپروائی سے چیونگم چباتے ہوئے جواب دیا: ”ارے اب دیکھنا کتنا مزہ آئے گا جب ان کو باہر جانا ہو گا تو دروازہ باہر سے بند ملے گا۔ ہاہاہا۔۔ سوچو ذرا کیا حالت ہو گی!!“

شہزاد ممکنہ صورت حال کو سوچ کر ہی ہنسنے لگا۔

”تمھیں پتا بھی ہے تم کیا کہہ رہے ہو؟“ علی نے صدمے سے اسے دیکھا۔ ”کسی کو تکلیف دے کر تمھیں مزہ آ رہا ہے؟ تم ایسا سوچ بھی کیسے سکتے ہو؟“

ابھی وہ یہ باتیں کر ہی رہے تھے کہ برابر والے گھر سے دروازہ پیٹنے کی آوازیں آنے لگیں۔

شہزاد نے پہلے دروازے کو دیکھا پھر علی کو دیکھا جس کے چہرے پر ناراضی کے ساتھ بے یقینی واضح تھی۔ ”میں تمھیں کیا سمجھتا رہا اور تم کیا نکلے؟ تم کلاس کے سب سے ہونہار شاگرد رہے ہو۔ میں ہمیشہ ہی تمھاری طرح بننا چاہتا تھا، لیکن آج تمھارا یہ روپ دیکھ کر مجھے بہت افسوس ہو رہا ہے۔“ علی نے افسوس کے ساتھ اپنی بات مکمل کی۔

ایک پل کے لیے شہزاد کے چہرے پر شرمندگی نظر آنے لگی، لیکن پھر اس نے اپنی صفائی میں کہا۔ ”اب ایک دروازہ باہر سے بند کر دینے سے کسی کا کیا نقصان ہو سکتا ہے بھلا؟ تھوڑی بہت شرارت تو چلتی ہی ہے۔“

پڑوس میں دروازہ اور بھی زور زور سے بجنے لگا تھا۔ علی نے آگے بڑھ کر شہزاد کا ہاتھ تھاما اور کہنے لگا: کیا تم نے وہ حدیث نہیں پڑھی۔

” وہ شخص جنت میں نہیں جائے گا، جس کا پڑوسی اس کی ایذا سے محفوظ نہ رہے۔“

اور صرف باہر سے دروازہ بند کرنے کا مطلب پتا ہے کیا ہے؟ کسی کو ذہنی اذیت ہو سکتی ہے، کوئی مریض ہو سکتا ہے جسے فوری ڈاکٹر کے پاس لے جانا پڑ سکتا ہے، کسی کو اسکول یا آفس پہنچنے میں دیر ہو سکتی ہے، کچھ بھی ہو سکتا ہے شہزاد اور اگر کچھ نہ بھی ہو تو بھی تمھیں کوئی حق نہیں کہ تم ان کا دروازہ باہر سے بند کرو۔ پڑوسی کے بڑے حقوق ہوتے ہیں دوست! میں چاہتا ہوں کہ تم جنت میں جانے سے محروم نہ رہ جاؤ۔“

علی کی اس گفتگو نے شہزاد کی حالت عجیب کر دی، اس کی آنکھوں سے خاموش بہتے آنسوؤں نے اس کے دل کا حال عیاں کر دیا تھا۔ وہ بِنا کچھ کہے اٹھا اور جا کر پڑوسی کے دروازہ کی کنڈی کھول دی۔

علی وہیں اپنی جگہ سے بیٹھا دیکھ سکتا تھا کہ پڑوس سے ساری فیملی باہر آ گئی ہے اور ایک بزرگ شہزاد کو غصے میں ڈانٹ رہے ہیں۔ شہزاد نے تہ دل سے ان سے معافی مانگی کہ آیندہ وہ پڑوسیوں کے حقوق کا ہی نہیں بلکہ ہمیشہ یہ بھی خیال کرے گا کہ اس کی ذات سے کسی کو کوئی تکلیف نہ پہنچے۔

بزرگ کے چہرے پر شہزاد کی بات سن کر نرمی آ گئی۔ انھوں نے شہزاد کا کندھا تھپتھپایا اور اسے معاف کر دیا۔

شہزاد جب واپس اپنے گھر کی طرف آ رہا تھا تو علی اس کے ندامت کے آنسو دیکھ کر رشک کرنے لگا کہ اسے پتا تھا کہ اللہ تعالیٰ کو ندامت کے آنسو کتنے پسند ہیں۔

چٹان پر بیٹھے تھکے ہارے عقاب نے پُرسکون ہو کر آنکھیں موند لیں۔ اس کے تصور میں لمبی اور فرحت بخش نیند تھی۔ اسے آنکھیں موندھے ابھی کچھ دیر ہی گزری تھی، اچانک اسے اپنے پاس کچھ آہٹیں محسوس ہوئیں اور پھر ٹن سے کچھ گرنے کی آواز آئی تو عقاب نے فوراً اپنی آنکھیں کھولیں اور جلدی سے ادھر اُدھر دیکھنے لگا۔ کچھ دور مکئی کے چند دانے گرے ہوئے تھے۔ اس کے علاوہ وہاں کچھ اور نہیں تھا۔

”یہ دانے کہاں سے آ گئے؟“ عقاب نے غور سے دیکھتے ہوئے سوچا۔ اچانک اس کی نگاہ تھوڑی دور ایک پتھر پر پڑی جس کے پیچھے کوئی کالے رنگ کی چیز چھپنے کی کوشش کر رہی تھی۔

”کون ہو تم؟ جلدی سے باہر آ جاؤ، ورنہ۔۔!“ عقاب نے تیز نگاہوں سے گھرّا کر کہا۔

”ابھی آئی عقاب بھائی! مجھے کچھ مت کہنا۔۔!“ اچانک تین عدد کالے رنگ کی چیونٹیاں تیزی سے باہر نکلیں اور عقاب کے سامنے آ کر کھڑی ہو گئیں۔

”تم یہاں کیا کر رہی ہو؟ کیا غلطی سے آئی ہو؟“ عقاب نے منہ بنا کر پوچھا۔

”میں پائمال و خوار و پریشان و دردمند
تیرا مقام کیوں ہے، ستاروں سے بھی بلند“

ایک چیونٹی نے باریک آواز میں گا کر کہا۔

”کیا مطلب؟“ عقاب نے حیرانی سے پوچھا۔

”عقاب بھائی! ہم بہت دور نیچے وادی میں رہتے ہیں۔ دراصل میرے بچوں کو آپ کی طرح اڑنے کا بہت شوق ہے۔ اس لیے ہم آپ کے لیے تحفے میں مکئی کے دانے لائے ہیں۔ بدلے میں آپ میرے بچوں کو اڑنا سکھا دیں۔“ چیونٹی نے جلدی سے کہا تو عقاب قہقہہ مار کر ہنس پڑا۔

چیونٹی بہن! وہ بھلا اپنے اقبال نے کیا خوب کہا ہے کہ
تُو رزق اپنا ڈھونڈتی ہے خاکِ راہ میں
میں نُہ سپہر کو نہیں لاتا نگاہ میں! جاؤ یہاں سے! اڑنا چیونٹی کے بس کی بات نہیں ہے۔۔!“ عقاب بے نیازی سے کہا اور آنکھیں موند لیں۔

”عقاب بھائی! ہم کئی دن کا سفر کر کے، اتنی مشکل سے یہ دانے اٹھا کر اونچائی تک پہنچے ہیں۔ ہمیں نااُمید مت کریں۔“ چیونٹی نے منت کرتے ہوئے کہا تو عقاب نے گہری سانس لے کر اسے دیکھا۔

”چیونٹی بہن! قدرت نے ہر جاندار کو الگ بنایا ہے۔ ہر ایک کا کمال الگ ہے، انداز الگ ہے، دائرہ الگ ہے۔ ہم ایک دوسرے جیسے نہیں ہو سکتے۔ اس لیے آپ سب یہاں سے چلے جائیں۔“ عقاب نے نرمی سے کہا۔

”عقاب بھائی! جو کام آپ کر سکتے ہیں۔ وہ ہم بھی کر سکتے ہیں۔“ چیونٹی نے ضدی انداز میں کہا۔

”چیونٹی بہن! کبھی ایک عقاب نے تو نہیں کہا کہ وہ آپ کی طرح بل میں رہنا چاہتا ہے یا زمین پر رینگے۔۔!“ عقاب نے مسکرا کر کہا۔

”دیکھا عقاب بھائی! آپ ہمیں چھوٹا اور کم زور سمجھ کر مذاق اڑا رہے ہیں۔ تکبر اللہ کو سخت ناپسند ہے۔“

”توبہ چیونٹی بہن! میں کیوں تکبر کرنے لگا۔۔! اچھا آپ کی بات مان لیتا ہوں، مگر یہ بتائیں کہ آپ کے بچے پروں کے بغیر اڑیں گے کیسے؟“ عقاب نے طنزیہ انداز میں پوچھا۔

”یہ کون سی بڑی بات ہے۔ یہ دیکھیں! ہم نے مرغی کے پر جوڑ لیے ہیں۔ اسے پہن کر میرے بچے اڑیں گے۔“ چیونٹی نے جلدی سے دو جڑے ہوئے پر دکھائے تو عقاب گہری سانس لے کر رہ گیا۔

”اچھا! ٹھیک ہے۔ کل صبح پہلی پرواز کے لیے تیار رہنا۔“ عقاب نے کہہ کر آنکھیں موند لیں۔ کل ان چیونٹیوں کے ساتھ اس نے سارا دن دماغ کھپانا تھا۔ اس لیے ابھی سونا بہت ضروری ہو گیا تھا۔

اگلے دن صبح سویرے عقاب لمبی پرواز لے کر جب واپس آیا تو چیونٹیاں اس کے انتظار میں تیار بیٹھی ہوئی تھیں۔

”اگر ان پروں سے اڑنے کی بجائے، یہ نیچے گر گئے تو؟“ عقاب نے نرمی سے کہا۔

”عقاب بھائی! آپ کس لیے ہیں؟ سنبھال لیجیے گا۔“ چیونٹی نے جلدی سے کہا تو عقاب نے گہری سانس لی۔ تھوڑی دیر کے بعد، چیونٹی کے بچوں نے نقلی پر لگا کر اڑنے کی کئی بار ناکام کوشش کی، مگر وہ اڑ نہیں سکے۔ ہر بار چیونٹی کے بچے نیچے گرتے اور ہر بار عقاب اسے بچا لیتا۔

”یہ نہیں اڑ سکتے!“ تنگ آ کر عقاب نے کہا۔

”ہائے! کتنی خواہش تھی ہماری کہ ہم آسمان کی سیر کریں مگر۔۔۔! چلو واپس۔“ چیونٹی نے مکئی کے دانے اپنی کمر پر لادتے ہوئے بچوں کو اشارہ کیا تو انھوں نے بھی ایک ایک دانہ اٹھا لیا۔

”چیونٹی بہن! اگر صرف آسمان کی سیر کرنا آپ کی خواہش ہے تو میں پورا کر سکتا ہوں۔“ عقاب نے مسکرا کر کہا۔

”وہ کیسے؟“ چیونٹی نے حیران ہو کر کہا۔

”آپ میرے اوپر بیٹھ جائیں۔ میں دور تک سیر کروا دوں گا۔“ عقاب نے مسکرا کر کہا تو وہ تینوں خوشی سے سر ہلانے لگے۔ عقاب نیچے بیٹھا اور انھیں اپنی کمر پر بیٹھنے کا اشارہ کیا۔ تھوڑی دیر کے بعد عقاب کو محسوس ہوا کہ وہ تینوں اس کے اوپر بیٹھ گئے ہیں۔

”ایک دوسرے کو زور سے پکڑ لو۔“ عقاب نے کہا اور پھر برق رفتاری سے آسمان پر اڑنے لگا۔ اچانک تھوڑا دور جا کر مکئی کا ایک دانہ نیچے گرا اور اس کے پیچھے چیونٹی بھی۔۔! دونوں بچوں نے ماں کو گرتے دیکھا تو شور مچا دیا۔ عقاب نے جلدی سے قلابازی لی اور تیزی سے اڑتا ہوا گرتی ہوئی چیونٹی کے پاس پہنچا اور اسے اپنے پر پہ بیٹھا کر تیزی سے زمین پر لایا۔

”ہائے اللہ! آج تو میں مر گئی تھی۔ میری توبہ جو دوبارہ کبھی ایسی خواہش کی۔“

چیونٹی نے زمین پر آتے ہی اپنے بچوں کو گلے لگاتے ہوئے کہا۔

”چیونٹی بہن! میں نے کہا تھا نا کہ قدرت نے ہر جاندار کو الگ انداز سے بنایا ہے۔ اب آپ خود بتائیں بھلا اتنی اونچی اور اعلیٰ پرواز پر جاتے ہوئے بھی، مکئی کا دانہ ساتھ لے جانے کی کیا ضرورت تھی؟ مکئی کا دانہ آپ کے لیے سب کچھ ہو سکتا ہے، مگر ایک عقاب کے نزدیک اس کی کوئی اہمیت نہیں! یہ ہی میرا اور آپ کا فرق ہے۔

اُمید ہے آیندہ آپ ایسی خواہش نہیں کریں گی۔“ عقاب نے مسکرا کر کہا۔

”عقاب بھائی! آپ کا شکریہ۔۔۔ آپ کی وجہ سے ہم نے آسمان کی سیر بھی کر لی اور ایک نیا سبق بھی سیکھ لیا۔“ چیونٹی نے جلدی سے کہا اور پھر اپنے دونوں بچوں کا ہاتھ پکڑ کر وہاں سے چلی گئی۔ عقاب نے اڑنے کے لیے پر پھیلائے تو مکئی کے دو دانے نیچے گرے۔ عقاب مسکرایا اور دونوں دانے منہ میں لے کر، آسمان کی طرف اڑ گیا۔

چیونٹی کی اڑان

قرۃ العین خرم ہاشمی

ختم نبوت میرا ایمان

ام مصطفیٰ

یہی والی کتاب اس لائبریری میں بھی موجود ہے۔ اب تو یہ طے ہوا کہ ہمیں شہر کی ہر لائبریری کا دورہ کرنا ہوگا۔ ورنہ یہ کتاب بڑے طوفان لے آئے گی۔ نجم، فارس اور معاویہ نے یہ فیصلہ کیا۔ تینوں بارہویں جماعت کے طالب علم اور ختمِ نبوت کے زبردست داعی تھے۔ اکثر تعلیمی دوروں پر مختلف مکتبوں اور درسگاہوں کا دورہ کرتے رہتے تھے۔
"اپنے مقصد کو پہچانو" نامی کتاب یہ دوسری لائبریری میں بھی موجود تھی، جہاں انھیں نظر آئی تھی۔ خوب صورت سرورق، بہترین طباعت اور عمدہ کاغذ سے مزیّن یہ کتاب کسی کی بھی توجہ اپنی جانب مبذول کروانے میں اپنا ثانی نہیں رکھتی تھی، لیکن اس کتاب کا مواد ایمان کا قاتل تھا، اسے پڑھ کر غلط سمت کے دروازے کھلنے کے اندیشے تھے۔ قادیانیت کا پرچار کرتی یہ کتاب، اس طرح پبلک لائبریریوں میں رکھ کر دوست نما دشمن کو ہاتھوں تک اور پھر ذہنوں تک پہنچانے کی سوچی سمجھی سازش تھی۔
مگر نجم، فارس اور معاویہ اس سازش کو کام یابی سے ہم کنار نہ ہونے دینے کا فیصلہ کر چکے تھے۔ تینوں نے شہر کے مختلف علاقوں کی لائبریریوں کی فہرست بنائی اور پھر مختلف علاقے سب نے اپنے اپنے ذمے لیے اور وہاں کا دورہ کیا اور اس کتاب کو وہاں سے ہٹایا۔
فارس نے ٹوئٹر پر ایک ٹرینڈ بھی چلا دیا، جس میں اس کتاب کی تصویر اور اس کے اندر کے مواد کے خلاف رپورٹ درج تھی۔ فارس کا ٹوئٹر پر بڑا حلقہ تھا، جس وجہ سے اس ٹرینڈ کو بڑی شہرت ملی اور لوگ جوق در جوق اس میں شامل ہونے لگے۔
واقعی ختمِ نبوت آقائے نامدار ﷺ کے عزت و ناموس کی حفاظت ایک ایسا مسئلہ ہے، جس کے لیے تمام مسلمان آن کی آن میں اکٹھے ہو جاتے ہیں، چاہے وہ ڈاڑھی والے ہوں یا بغیر ڈاڑھی والے، سب کلمہ گو ہیں اور کلمے کے دوسرے جزو کی حفاظت کے لیے ہر کوئی ایک ہو سکتا ہے۔ یعنی مسلمان کٹ تو سکتا ہے، مر بھی سکتا ہے، لیکن آقائے نامدار ﷺ کی عزت اور ناموس پر آنچ نہیں آنے دے سکتا۔

☆☆☆

"دیکھو لڑکے! تم اپنی جوانی کی حفاظت کرو، کہیں ایسا نہ ہو کہ تمہارے ماں باپ بڑھاپے میں روئیں۔"
یہ ایک نامعلوم میسج تھا جو معاویہ کو موصول ہوا، معاویہ نے فوراً سے پیشتر فارس اور نجم کو اس کی اطلاع دی۔
ایک اور ٹرینڈ چلا کہ "ختمِ نبوت مجاہدین کو دھمکیاں دی جا رہی ہیں اور اس پر فوری طور پر حکومتی اقدامات کیے جائیں۔"
نجم کے ایک عزیز پولیس میں بڑے عہدے پر فائز تھے اور ختمِ نبوت کی داعیوں میں سے تھے، انھوں نے فوراً ان کو اطلاع دی، وہ ایکشن میں آئے اور پھر خفیہ انٹیلی جنسی کے ذریعے اس نامعلوم پیغام کو ٹریس کیا گیا۔ آخر ایک قادیانی گروپ جو یہ ساری خرافات پھیلا رہا تھا، موقع پر پکڑ لیا گیا۔

☆☆☆

نجم فارس اور معاویہ آج سرخرو ہو گئے تھے۔ وہ تینوں آج بے انتہا خوش تھے کہ انھوں نے فدائیانِ ختمِ نبوت میں ایک چھوٹا سا کام کر دیا تھا اور لوگوں کے ایمان کی حفاظت کا انتظام کرنے کی سعی کی تھی۔
انسپکٹر ولی محمد نے تینوں کی پیٹھ ٹھونکی اور تینوں بے اختیار کہہ اٹھے۔
ربنا تقبل منا۔۔۔ تینوں نے ایک ساتھ دعا کی۔

ختم نبوت

آسیہ فاطمہ

ہمارے نبی پیارے نبی ۔۔۔ خدا کے ہیں راج دلارے نبی
یہ آخر الزماں ہیں نبی ۔۔۔ ہم کو جان سے پیارے نبی
نام پہ ان کے ہم قربان ۔۔۔ مت پوچھو نبی کی شان
مٹھی میں بند پتھر بولیں ۔۔۔ انگلی سے یہ چاند کو توڑیں
صادق اور امین ہیں یہ ۔۔۔ دشمن بھی ان کو امانت دیں
ہمارے نبی پیارے نبی ۔۔۔ خدا کے راج دلارے نبی
دشمن کو بھی دیں دعا ۔۔۔ کیسی اعلیٰ ان کی شان
ملعون کافر ہے مرزا ۔۔۔ کافر مرتد ہے پکا
سارے جھوٹے اس کے قول ۔۔۔ خدا نے جس کو دیا رول
ختم نبوت پہ کوئی بھی ۔۔۔ جو ڈاکا ڈالنے کا سوچے گا
قیامت تک رب کی وہ ۔۔۔ سخت سزائیں پائے گا
مسلمانوں کا ہے عقیدہ ۔۔۔ خدا نے نبی کو تاج دیا
تاج کا نام ہے ختم نبوت ۔۔۔ خوب کریں گے اس کی حفاظت

چمگادڑ

فوزیہ خلیل

سر عمیر کمرۂ جماعت میں داخل ہوئے تو بچے جانوروں اور پرندوں کو موضوعِ بحث بنائے ہوئے تھے۔
"السلام علیکم! ہاں بھئی، کیا بات چیت ہو رہی ہے؟" سر عمیر نے جماعت ہفتم میں داخل ہو کر کہا۔
"سر! ہم جانوروں کے بارے میں باتیں کر رہے ہیں جیسے شیر، بھالو، گیدڑ، زیبرا، زرافہ، بن مانس وغیرہ وغیرہ۔" عکاشہ نے اٹھ کر جواب دیا۔
"بلکہ ہم پرندوں کے بارے میں بھی گفتگو کر رہے تھے جیسے ابابیل، کبوتر، مور، شتر مرغ، طوطا، تیتر، بٹیر وغیرہ وغیرہ۔" صبیح بولا۔
"ہم جانوروں اور پرندوں میں کیسے فرق کرتے ہیں؟" سر عمیر نے پوچھا۔
"سر! پرندوں میں طاقتِ پرواز ہوتی ہے۔" رحمت اللہ بولا۔
"سر! پرندے انڈے دیتے ہیں۔" عبدالرافع نے کہا۔
"جبکہ جانور بچے دیتے ہیں اور اپنے بچوں کو دودھ پلاتے ہیں۔" اسد نے اٹھ کر کہا۔
"مگر!!" سر عمیر نے بچوں کی بات سن کر کہا۔ "آپ لوگوں کی بات ٹھیک ہے، ہم جانوروں پرندوں میں اسی طرح فرق کرتے ہیں، مگر۔۔۔"
"مگر کیا؟؟" بچوں نے بے چین ہو کر پوچھا۔
"چمگادڑ میں پرواز کی طاقت ہوتی ہے، یعنی چمگادڑ اڑتی ہے اور یہ بچے بھی نہیں دیتی انڈے دیتی ہے، مگر یہ اپنے بچوں کو دودھ پلاتی ہے۔"
"اوہ! یہ تو عجیب بات ہے۔" حذیفہ زبیری نے حیران ہو کر کہا۔
"ہاں! چمگادڑوں میں کافی باتیں عجیب و غریب اور پراسرار ہوتی ہیں، یہ دن میں روشنی سے بچنے کے لیے اندھیری جگہوں پر رہتی ہے، جبکہ رات کو اکیلے میں اڑتی ہے۔"
"اوہ! یہ رات کی تاریکی میں اُڑتی ہے تو جگہ جگہ ٹکراتی ہوگی۔ چوٹ کھاتی ہوگی۔" حمزہ نے جلدی سے کہا۔
"اوہ! نہیں نہیں، چمگادڑ رات کے اندھیرے میں انتہائی تیزی سے اڑتی ہے اور یہ کسی چیز سے نہیں ٹکراتی۔ جیسے مختلف پرندے دن کی روشنی میں تیزی سے اڑتے ہیں، اتنی ہی تیزی سے چمگادڑ رات کی تاریکی میں اڑتی ہے۔" سر عمیر بولے۔
"سر! اس کی وجہ کیا ہے؟" عمر خطاب نے پوچھا۔
"چمگادڑوں میں جو صوتی نظام ہوتا ہے، یعنی اطلاع دینے والا نظام۔ یہ نظام بہت مضبوط ہوتا ہے، اگر یہ نظام اتنا مضبوط نہ ہوتا تو چمگادڑ کو رات کی تاریکیوں میں آہستہ پرواز کرنا پڑتی۔ چمگادڑ کی اطلاع دینے والی یہ صلاحیت فاصلے کے لحاظ سے محدود ہوتی ہے۔ چمگادڑوں کی کچھ اقسام میں یہ صلاحیت دس میٹر ہوتی ہے، کچھ میں تجاوز ہوتی ہے، کچھ میں پچیس سے تیس میٹر تک ہوتی ہے۔" سر عمیر نے تفصیلی جواب دیا۔
"سر! چمگادڑ کو اُڑتے ہوئے تو دیکھا گیا ہے، مگر کبھی بھی ان کو اپنے پاؤں پر چلتے یا کھڑے ہوئے نہیں دیکھا۔" سہیل نے پوچھا۔
"دیکھو بیٹا! چمگادڑ اڑنے کی صلاحیت رکھتے ہیں، مگر یہ نہ ہی اپنے پیروں پر کھڑے ہو سکتے ہیں اور نہ ہی چل سکتے ہیں۔ چمگادڑ کی پنجوں کی ساخت قدرت نے ایسی بنائی ہے جو اس کو ہوا میں اڑنے میں مدد کرتے ہیں۔ ہوا میں سہارا بھی دیتے ہیں۔ اس کے پروں اور دُم پر ایک جھلی سی ہوتی ہے، یہ ایک گھنٹے میں ساٹھ میل تک اڑ لیتا ہے۔"
"اوہ! اچھا۔" بچوں نے حیران ہو کر کہا۔
"سر، چمگادڑ کس طرح آرام کرتا ہے۔ کس طرح سوتا ہے؟" عفان نے سوال کیا۔
"یہ آرام کرنے کے لیے سر کے بل لٹک جاتا ہے۔ یہی اس کے آرام کا طریقہ ہے اور بالکل ہی منفرد اور حیران کن طریقہ ہے۔ اس کے پنجوں کی ساخت ایسی ہوتی ہے جو اسے درختوں کی شاخوں سے لٹکنے میں مدد دیتے ہیں۔"
"میں نے ایک کتاب میں پڑھا تھا کہ تمام جانوروں میں سب سے اچھی سماعت یعنی سننے کی صلاحیت چمگادڑ کی ہوتی ہے۔ اس کے کان بہت حساس آوازیں بھی سن لیتے ہیں جو عام طور پر سنی ہی نہیں جا سکتیں۔" زین نے بتایا۔
"یہ دن بھر تو الٹا لٹکا رہتا ہے تو کیا یہ اپنی خوراک رات کو تلاش کرتا ہے؟" عکاشہ نے سوال پوچھا۔
"جی بیٹا! یہ رات کو اپنی غذا تلاش کرتا ہے۔ کیڑے مکوڑے جیسے کہ مچھر وغیرہ شوق سے کھاتا ہے۔ یہ غاروں، اندھیرے مکانوں اور ویران و سنسان جگہوں پر رہنا پسند کرتا ہے۔" "کیا اس کے کھانے کی رفتار بہت تیز ہوتی ہے؟" اسد نے پوچھا۔ "ہاں، یہ ایک گھنٹے میں تقریباً ہزار سے بارہ سو مچھر کھا لیتا ہے؟" "سر چمگادڑ کی اوسط عمر کتنی ہوتی ہے۔ یہ کتنی جی لیتی ہے؟" عبدالرافع نے سوال کیا۔ 'بیٹا! ان کی اوسط عمر کافی ہوتی ہے۔ یہ بیس سے تیس سال تک جی لیتی ہے۔ چمگادڑ کی کچھ اقسام تو اس سے بھی زیادہ جی لیتی ہیں۔" سر نے جواب دیا۔ 'ان کا صرف ایک ہی بچہ ہوتا ہے یا جڑواں بچے بھی ہو سکتے ہیں؟" یہ رحمت اللہ کا سوال تھا۔ "ان کا ایک بچہ بھی ہوتا ہے اور جڑواں بچے بھی ہوتے ہیں، جیسے اور جانوروں میں ہوتے ہیں۔"
"یہ بات بہت مشہور ہے کہ چمگادڑ اندھی ہوتی ہے۔" عکاشہ بولا۔
"نہیں، یہ بات درست نہیں ہے۔ یہ اندھی نہیں ہوتی۔ ہاں البتہ اس کی بصارت ہماری طرح نہیں ہوتی اور پھر اس کو ہماری جیسی بصارت کی ضرورت بھی نہیں ہے، کیوں کہ اسے تو دن میں آرام کرنا ہوتا ہے۔" سر عمیر بولے۔
جماعت میں گہری خاموشی چھا چکی تھی۔ ہر بچہ اپنی اپنی جگہ یہ سوچ رہا تھا کہ رب تعالیٰ نے کیا کیا بنایا ہے!! ہر چیز اور ہر جاندار دوسرے سے جدا ہے، الگ اور منفرد خصوصیات رکھتا ہے۔ بے شک وہ بہترین معبود ہے۔

یتیموں کا سائبان
بیت السلام

بیت السلام کر رہا ہے یتیم بچوں کی کفالت آپکے تعاون سے آئیں اس نیک کام میں ہمارا ساتھ دیں

ضروریات:
- کرنٹ پاسپورٹ سائز بچوں کی تصویر
- بے فارم
- سی این آئی سی ماں اور باپ کی کاپی
- والد کا ڈیتھ سرٹفیکیٹ
- اسکول مارک شیٹ / اسکول کارڈ

شرائط:
- عمر 12 سال سے کم ہو
- بچہ اسکول کا طالبِ علم ہو

Address:
Baitussalam Imdadi Markaz,Mezzanine Floor,Chapal Beach Arcade III, Clifton Block 4, adjacent to Imtiaz super store and oppositeHyperstar Carrefour super store Karachi.
(For Karachi Residents Only)

+92 333 4632340 | +92 021 35290156

حرکت میں برکت

ڈاکٹر الماس روحی

وہ ملتان شہر میں رہتا تھا۔ اُس کا نام سوہن رام تھا۔ سوہن بڑا محنتی انسان تھا۔ وہ جب چھوٹا تھا تو اس کے پتا جی کہتے تھے۔ للا! اس سنسار کے ہَر گھر میں محنت پوشیدہ ہے۔ محنت کرنے والا ہی عزت پاتا ہے۔ انسان کا بہت بڑا دکھ اُس کا بے کار رہنا ہے۔ یہ محنت کرنے والا ہے جو دوسروں کی خبر رکھتا ہے۔ سنسار کی سب سے بڑی دولت ہی محنت ہے، جس کے پاس ہوتی ہے اُسے چوری کا کھٹکا نہیں ہوتا ہے۔ سوہن روز دیکھتا تھا۔

پتا جی سویرے ہی اُٹھ جاتے ہیں اور اپنی گائے، بھینسوں کی خدمت کَرنے لگتے ہیں۔ اُن کو چارہ ڈالتے ہیں۔ اُن کی مالش کرتے ہیں، پھر اُنھیں گھاٹ پر لے جا کر نہلاتے ہیں۔ واپس آکر گھر گھر جا کر لوگوں کو دودھ پہنچاتے ہیں۔ شام کو بازار جا کر چارا بھی لاتے ہیں۔ پتا جی تھکتے نہیں، وہ تو جلدی تھک جاتا ہے۔ پتا جی پھر اُسے کہتے: ”سوہَن للا! محنت اصل میں سونے کی کان ہوتی ہے جو جتنی محنت کرتا ہے، اُس کی دولت اتنی بڑھتی ہے اور دولت سے عزت ملتی ہے۔ پتا جی کے جگری دوست عبدالرحمٰن کپڑے والے آجاتے تو وہ بھی سوہن کو سمجھاتے، بیٹا سوہن! تمہارے پِتا جی ٹھیک کہتے ہیں۔

یہ محنت ہے جس سے قوموں کی شان و شوکت بڑھتی ہے۔ اندھیرے گھروں میں اُجالا محنت سے ہے۔ گڈریوں کو بادشاہ محنت نے بنایا ہے۔ وہ اُنھیں غور سے دیکھتا اُن کے چہرے پر نور تھا۔ بڑی سی ڈاڑھی تھی۔ یہ ڈاڑھی والے چاچو اُسے بہت اچھے لگتے تھے۔ اُسے اچھی اچھی باتیں جو بتاتے تھے۔ اُس نے ایک روز اُن سے پوچھا:

”ڈاڑھی والے چاچو! محنت میں عظمت کیسے ہوتی ہے؟“ وہ مسکرائے۔ سوہن بیٹا! حرکت میں برکت ہے، ہرے بھرے کھیتوں میں ہاری کی محنت دکھائی دیتی ہے۔ ملاح کی محنت سے دریا میں ڈولتی ناؤ کنارے پر آتی ہے۔ یہ محنت ہے جو محتاج نہیں بناتی۔ دیکھو! پیڑ پر چڑھتی اِن چیونٹیوں کو جو صبح سے شام تک ننھے سے سوراخ میں آجا رہی ہیں اور بڑی محنت سے اپنی خوراک جمع کر رہی ہیں۔ بالکل اسی طرح انسان بھی محنت کرتے ہیں۔

جب میں بڑا ہوا تو میں نے کپڑے کا کاروبار شروع کیا۔ میرے پاس کوئی دکان نہیں تھی۔ میں ٹھیلے پر کپڑے رکھ کر گلی گلی جاتا تھا۔ حرکت میں برکت ہوتی ہے۔ یہ بات سچ ہے۔ میں نے پہلے دکان خریدی۔ محنت کی برکت ہوئی تو کارخانہ خرید لیا۔ یہ محنت ہوتی ہے جو انسان کو آگے پہنچاتی ہے۔

بس یہ بچپن کی یہی باتیں اُس کے ذہن میں بیٹھ گئیں۔ وہ ہر کام لگن اور توجہ سے کرتا تھا۔ ملتان شہر کے بازار میں بڑی شہرت تھی۔ شہر کا ہر خاص و عام اُس کی دکان پر آتا تھا۔ ملتان اولیائے کرام کا شہر ہے۔ زائرین جب بازار سے گزرتے تو اُس کی دکان پر ضرور آتے۔ وہ اُن سے اپنے لیے دعا کرنے کو کہتا۔ اُس کی سوچ بڑی روشن تھی۔ وہ محنتی تھا، قدرت اُس پر مہربان تھی۔ اُس کے دودھ کے کاروبار میں بڑی برکت تھی۔ وہ خالص دودھ بیچتا تھا، اُسے دوسرے گوالوں کی طرح دودھ میں پانی ملانا پاپ لگتا تھا۔ اُس کا دودھ جلد ہی فروخت ہو جاتا۔ ایک روز اُس کا کچا دودھ بچ گیا۔ سوہن رام نے سوچا ضایع نہ کیا جائے۔ اُس نے کچے دودھ میں گڑ ڈال کر گاڑھا بنانا شروع کیا۔ پانی خشک ہوا تو وہ دانے دار کھویا ہو گیا۔ اُس میں خشک میوے جات ڈال دیے۔ اس طرح وہ حلوہ بن گیا۔ جب بھی کوئی دودھ لینے آتا تو ہر گاہک کو ضرور دودھ کے ساتھ حلوہ دیتا۔ لوگ مزے مزے لے کر کھاتے۔ رفتہ رفتہ حلوہ مشہور ہو گیا، بعد میں یہ حلوہ مٹھائی کا حصہ بن گیا۔ لوگوں نے اس مٹھائی کا نام سوہن کے نام پر سوہن حلوہ رکھا۔ سوہن حلوہ ملتان کی سوغات بن گیا۔ آہستہ آہستہ وہ ہر شہر کی مٹھائی کی دکان پر رکھا جانے لگا۔

بچوں کے فن پارے

عفرا نوید دوم، اقرا اسکول کراچی

عبد الاحد، 7 سال، المرتضیٰ اکیڈمی

انشراح عدنان کراچی

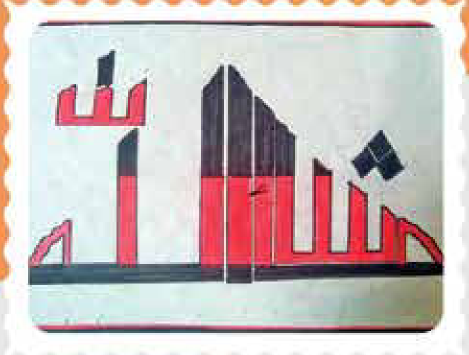

محمد ادریس سوم۔ نیو اقراء روضۃ الاطفال کراچی

عفرا علوی

آمنہ 12 سال کراچی

محمد بن فہیم، دس سال شعبہ حفظ،
جامعہ بیت السلام تلہ گنگ

نور الحیاء نو سال، کراچی

ہر ماہ ایک فن پارے پر 300 روپے انعام دیا جاتا ہے گزشتہ ماہ محمد ادریس سلیم کا فن پارہ انعامی قرار پایا ہے۔ انہیں 300 روپے مبارک ہوں (ادارہ)

پیارے بچوں۔!!!

ستمبر کا مہینا ہمیں ہر سال دو اہم واقعات یاد دلاتا ہے۔ ایک تو 1965ء کی وہ جنگ جس میں ہمارے ازلی دشمن ہندوستان نے پاکستان پر حملہ کیا پاک فوج کے شیر دال جوانوں نے جب پلٹ کے جواب دیا تو ہندستان کی فوج کے پاس فرار ہونے کے سوا کوئی راستہ نہ تھا۔ اس جنگ میں سیالکوٹ کا مقام چونڈہ ہندوستانی ٹنکوں کا قبرستان بن گیا اور اسی جنگ میں ہندوستان کے لڑاکا طیارے لڑے بغیر زمین بوس ہوتے رہے۔ پاکستانی فضائیہ کا ہندوستان کے پاس کوئی جواب نہ تھا۔

1974ء کا 7 ستمبر بھی ہمیشہ یاد رکھا جائے گا اس روز پاکستان کی قومی اسمبلی نے غلام قادیانی اور اس کے ماننے والوں کو کافر قرار دیا تھا۔ یہ اسلام دشمن طبقہ پاکستان دشمنی میں بھی ہمیشہ پیش پیش رہتا ہے اس نے پاکستان کو کبھی دل سے تسلیم ہی نہیں کیا۔ آج بھی قادیانی روپ بدل بدل کر ہماری صفوں میں گھسنے کی کوشش کرتے ہیں۔ ہمیں ان اسلام اور پاکستان دشمنوں کا ہر قسم کا بائیکاٹ کر کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا سچا امتی ہونے کا فرض ادا کرنا چاہیے۔ کریں گے نا!!!!

ستمبر 2022ء کے سوالات

سوال: 1 نجاشی بادشاہ کے ہدیے میں بھیجا زریں ہار آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کسے دیا؟

سوال: 2 امی جان نے بچھیا کا نام کیا رکھا۔۔۔؟

سوال: 3 یویو شوق سے کیا کھاتا تھا؟

سوال: 4 بھولو کو کس نے چھپایا تھا؟

سوال: 5 کس جانور کی پیشانی میں اللہ تعالیٰ نے قیامت تک کی خیر رکھی ہے۔۔؟

بلا عنوان کا عنوان

جون 2022 کے شمارے میں مہوش اسد شیخ کی بلاعنوان کہانی پر کراچی سے محمد سعید کا عنوان انعامی قرار پایا ہے انہوں نے عنوان دیا ہے

یقین کا سفر

محمد سعید کو 300 روپے مبارک ہوں

جون 2022ء کے سوالات کے جوابات

جواب: 1 موت کو۔

جواب: 2 اللہ تم پر اس سے زیادہ اختیار رکھتا ہے جتنا تم اپنے غلام پر رکھتے ہو!

جواب: 3 اللہ جب ناراض ہوتا ہے تو نعمتیں نہیں چھینتا۔۔۔ بلکہ سجدوں کی توفیق چھین لیتا ہے

جواب: 4 نزول قرآن سے پہلے اور غار حرا میں۔

جواب: 5 نعمان کی۔

سنیے !!!!

انعامی سوالات کے جوابات بھیجیں یا فن پارہ اپنا نام، عمر کلاس اسکول/ مدرسے کا نام اور رابطے کے لیے موبائل نمبر ضرور لکھیں۔
جوابات اور فن پارہ وٹس ایپ کرنے کے لیے نمبر نوٹ کر لیں
03351135011

جون 2022ء کے سوالات

کا درست جواب دینے پر کراچی سے **سلمیٰ بنت نعمان** کو شاباش انہیں **300** روپے مبارک ہوں

پانی نے ہر مکان کو ہموار کر دیا

انتخاب: ندیم محمود

معصوم بستیوں کو، سمندر نگل گیا
سیلاب کا بھی زَور غریبوں پہ چل گیا

پانی نے ہر مکان کو، ہم وار کر دِیا
اِک رات میں حویلی کا نقشہ بدل گیا

دَریا بہا کے لے گیا، گڑیا کا کُل جہیز
اَفسوس، بے بسی کے سمندر میں ڈھل گیا

چاول، اَناج، دالیں، مربے، اَچار، گُڑ
اِک سال کا تھا رِزق جو پانی میں گَل گیا

کینو، کھجور، موسمی، اَمردو، آم، سیب
پھل صبر کا ہی رِہ گیا، باقی تو پھل گیا

اے کاش جانور سبھی بن جاتے مچھلیاں
بے بس مویشی دیکھ کے، پتھر پگھل گیا

رُکنے کا وَقت تھا ہی نہیں، کون دیکھتا
اِک بوڑھا جھونپڑی سے نکلتے پھسل گیا

مٹی کے کچھ کھلونے بھی مٹی میں مل گئے
ممتا کی آرزُو کا، جنازہ نکل گیا

کچے گھروں کی سمت بہاؤ کو موڑ کر
صد شکر شہر ڈُوبنے کا خطرہ ٹَل گیا

اِن کشتیوں کے نیچے کئی لوگ رہتے تھے
میں نے جو آج سوچا، میرا دِل دَہل گیا

پُرکھوں کی آج ہم کو بہت یاد آئی قیس
جن کی لَحَد بھی پانی کا، ریلا نگل گیا

خدا کا احساں ہے پاکستاں

احمد ظہور قاسمی

خدا کا اہل ایماں پر بڑا احساں ہے پاکستاں
میرا دل جاں ہے پاکستاں، میرا ایماں ہے پاکستاں

فلک پر جیسے روشن چاند ہے تاروں کی جھلمل میں
یوں ہی سطحِ زمیں پر روشن و تاباں ہے پاکستاں

لہو سے جس کو سینچا ہے غلامانِ صحابہ نے
کہ دیں کا لہلہاتا ایسا چمنستاں ہے پاکستاں

مزین کیسے کیسے جوہروں سے ہے کیا رب نے
قسم سے رب کی نظروں میں بھی تو ذیشاں ہے پاکستاں

مسلّم تیری قوت ہے فراعین زمانہ میں
تیری طاقت پہ واللہ کل جہاں حیراں ہے پاکستاں

ہے نشرِ دیں کا مرکز اور مرجع کل خلاق بھی
کہ دیں کی کل جہاں میں گونجتی آذاں ہے پاکستاں

یہ ہر جانب مہکتے پھول و بلبل کا ترنم واہ
حسیں ہے خوبصورت حسن کی پہچاں ہے پاکستاں

یہ نعمت کس کو حاصل ہے سوا تیرے اے وطن من
دلوں میں ہے جہاں ایماں وہاں پنہاں ہے پاکستاں

تیری میں پاسبانی میں فدا تن من جگر کر دوں
کہ احمد قاسمی تجھ پر فدا ہر آں ہے پاکستاں

گلدستہ

ترتیب و پیشکش: شیخ ابو بکر، عبدالرحمن چترالی

حمد

جس کی منزل تو نہ ہو وہ راستہ کوئی نہیں
اوّل و آخر ہے تو تیرے سوا کوئی نہیں
دل ہے تو احساس ہے تو آنکھ تو بینائی تو
تو دکھائی دے رہا ہے دیکھتا کوئی نہیں
تواجالا ہے میں یہ تو، تو ہے بیداری میں خواب
تو حقیقی رب ہے تجھ سا دوسرا کوئی نہیں
دور بھی نزدیک بھی، ٹھہراؤ بھی تحریک بھی
نام ہر شے پر لکھا ہے اور پتا کوئی نہیں
رونق کون و مکاں، تنہائی کا تیری ثبوت
نیتوں تک میں ہے تو تجھ سے چھپا کوئی نہیں
قرب تیرا بادشاہی، تیری رحمت دھن ہی دھن
تو ہے کیا سب کچھ ہے مولا، میں ہوں کیا کچھ بھی نہیں
سن لیا کرتا ہوں تجھ کو میں سماعت کے بغیر
تیری چپ کے سامنے میری نوا کچھ بھی نہیں

لاشریک (مظفر وارثی، ص:213)

نعت

اُس کی مِدحت کو قلم تحریر کرسکتا نہیں
حرف موج نور کو زنجیر کرسکتا نہیں
ذہن ودل کا مرکزو محور نہ ہو جب تک وہ ذات
کوئی اپنی ذات کی تعمیر کرسکتا نہیں
لا سے اِلا اللہ تک گر لَو نہ دے اُس کا جمال
منزلوں کا فیصلہ رہ گیر کرسکتا نہیں
عشق نے روشن کیے ہیں آگہی کے جو چراغ
کوئی جھونکا اُن کو بے تنویر کرسکتا نہیں
پل میں سو موسم بدل دیتی ہے اُس کی اک نظر
کب وہ کس کو صاحبِ تقدیر کرسکتا نہیں
ہر عمل منسوب ہو جس کا خدا کے نام سے
کوئی اُس انسان کو تسخیر کرسکتا نہیں
معرفت اسم محمدؐ کی نہ ہو جب تک اُمیدؔ
آدمی قرآن کی تفسیر کرسکتا نہیں

میرے آقا، اُمید فاضلی، ص : 11

مال خرچ کرنے کی بہترین صورتیں

1) اگر بیوی بچے ساتھ ہیں تو ان کے کھانے پینے اور ان کو دین سکھانے کے لیے مال خرچ کرنے کی ضرورت ہے۔
2) دین کی حفاظت کے لیے پیسوں کی ضرورت ہے۔ (3) جیسے دینی مدارس۔
4) مسلمانوں کی خدمت یا اسلام کی تبلیغ کی انجمنیں۔
5) اسلامی یتیم خانے یا مساجد، خاص کر جب دشمنانِ دین ان شعائرِ اسلام کو مٹانے کے لیے اپنی جان و مال خرچ کررہے ہوں اور حالات ایسے ہوں کہ روپے کا مقابلہ روپے ہی سے ہوسکتا ہو تو وہاں مسلمانوں کو اشاعتِ دین کے لیے مال خرچ کرنا ضروری ہے، جیسے کہ اللہ تعالیٰ نے ایسے موقع کے لیے (یعنی دشمنانِ اسلام سے مقابلہ کے لیے) پلے ہوئے گھوڑوں کو تیار رکھنے کا حکم فرمایا (سورۂ توبہ) اور رسول اللہ ﷺ نے ان گھوڑوں کے رکھنے میں بہت بڑے ثواب اور ان کی ہر حالت پر بہت زیادہ نیکیوں کا وعدہ بھی فرمایا ہے۔ (مسلم)

حیات المسلمین، مولانا اشرف علی تھانوی، ص :184

آج مکہ مکرمہ یتیم ہوگیا

رسول پاک ﷺ نے مکہ مکرمہ کو الوداع کہا، مکہ مکرمہ آپ ﷺ کو سب سے زیادہ محبوب تھا، یہاں اللہ تعالیٰ کا مقدس گھر ہے، وحی کا نزول ہوا، اسی شہر میں آپ ﷺ کا کنبہ، قبیلہ اور اہل و عیال تھے، آپ ﷺ کے جدِّامجد حضرت ابراہیم علیہ السلام کی بہت سی یادگاریں بھی ہیں، مگر یہ سب کچھ اللہ تعالیٰ کے حکم سے نبی مہاجر ﷺ نے چھوڑ دیا، آپ ﷺ کے مکہ مکرمہ سے نکلتے ہی مکہ مکرمہ اجڑ گیا۔ محمد علاؤ الدین ندوی کیا خوب لکھتے ہیں

آج دنیائے انسانیت کا سب سے بڑا محسن گھر سے بے گھر کیا جارہا تھا، اب” داعئ اعظم ﷺ کے لیے پتھر دل انسانوں کے شہر میں رہنا مناسب نہ تھا۔ آج وہ ہستی چلی جارہی تھی جو دنیا کو اپنا سب کچھ لٹانے آئی تھی، آج مکہ کے در و دیوار، دشت و جبل، گلیاں اور سڑکیں سب پھوٹ پھوٹ کر رو رہی تھیں، آج یہاں کا ہر ذرہ ماتم کناں اور نالہ و شیوں میں مشغول تھا۔

ہجرت خیر البشر، محمد عبدالمالک، ص : 96

1965: افواج پاکستان کی قربانیاں

1965 کا جہاد ہماری تاریخ کا بہت اہم حصہ ہے۔ ایک پڑوسی طاقت یعنی بھارت پاکستان کے اوپر اچانک راتوں رات حملہ آور ہوئی تھی، لیکن جس بہادری کے ساتھ پاکستان کے عوام، پاکستان کے حکام اور پاکستان کی افواج نے اسلام اور اہلِ پاکستان کی حفاظت کے لیے اپنی جانیں پیش کیں، وہ اپنی مثال آپ ہے۔ کلمہ لاالہ الا اللہ کی بنیاد پر جہاد شروع ہوا، جنرل ایوب خان مرحوم سے بہت ساری چیزوں میں علما کو اختلاف تھا، وہ اپنی جگہ پر ہے، لیکن جنرل مرحوم نے یہ بڑا تاریخی کارنامہ سرانجام دیا تھا کہ انھوں نے صبح ۱۱ بجے کے قریب اپنی تاریخی تقریر میں اعلان کیا کہ ہمارا جہاد کلمہ لاالہ الا اللہ محمد رسول اللہ کی بنیاد پر شروع ہوگیا ہے، پھر تو پورے ملک میں یہ کیفیت تھی کہ جیسے ہر شخص کے جسم میں بجلی دوڑ گئی ہے، آج تک ہمارے کانوں میں وہ تقریر گونجتی ہے، اخیر شب میں ۵-۶ بجے حملہ ہوا تھا اور ہمارے میجر عزیز بھٹی شہیدؒ جیسے بہادر افسران نے اپنی جان کی بازی لگا کر اس حملے کو روکا تھا، ہماری بحریہ نے بھارت کے ایک اہم جنگی اڈے ڈوارکا پر حملہ کرکے اسے تہس نہس کیا، پاک فضائیہ کے شاہینوں نے دشمن پر جھپٹ جھپٹ کر اس کی کمر توڑ ڈالی، ایم ایم عالم کے کارنامے بھی فضائی جنگ کا تاریخی عجوبہ بنے، پوری قوم پھر یک جان ہو گئی تھی، ۱۷ دن تک جنگ جاری رہی، اس مدت میں پورے ملک میں کوئی چوری کا واقعہ پولیس کے ریکارڈ میں نہیں آیا، پورے ملک میں آپس میں کوئی لڑائی جھگڑا نہیں ہوا، لوگوں نے ہوائی حملوں کے مقابلے کیے اور راتوں کو جاگ جاگ کر پہرے دیے اور پاکستانی فوج پر پھول نچھاور کیے، پورے ملک کا عجیب منظر تھا، ایسا معلوم ہوتا تھا کہ پوری قوم متقی پرہیزگار بن گئی ہے۔ غزوۂ بدر کی مثالیں سامنے آنے لگیں، یوں محسوس ہوتا تھا کہ فرشتوں کی مدد آسمان سے اتر رہی ہے۔
پاک بھارت کی اس جنگ کو ”جنگ ستمبر“ بھی کہا جاتا ہے۔ اس میں دونوں ملکوں کے نقصان کی تفصیل یہ ہے

	پاکستان	بھارت
	1033(شہداء)	9500(ہلاک شدگان)
زخم	2171	11000
لاپتا	630	1700
تباہ شدہ ٹینک	165	516
طیارے	14	110
مقبوضہ علاقے	450مربع میل	1600مربع میل

انوکھا سوال

فقہ حنفی کے مشہور امام، امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کے درس میں ایک صاحب شریک ہوتے اور خاموشی کے ساتھ پورا درس سن لیتے اور پورے درس میں کوئی بات کرتے نہ کوئی سوال کرتے۔ امام ابو یوسفؒ نے ایک دن ان سے کہا کہ آپ بھی کوئی سوال کیا کریں، انھوں نے حامی بھرلی۔
اگلے روز امام ابو یوسفؒ نے مغرب کی نماز کا وقت بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ جب سورج غروب ہو جائے تو مغرب کی نماز کا وقت شروع ہوجاتا ہے۔ ان صاحب نے سوال داغ دیا کہ اگر سورج ہی غروب نہ ہو تو پھر؟امام صاحب نے فرمایا تیرا خاموش رہنا ہی بہتر ہے۔
اسی لیے کہاجاتا ہے:اچھا سوال نصف علم ہے۔

انمول جواہرات، فیاض الدین چترالی، ص : 91

ان لذتوں سے اُکتاہٹ نہیں ہوتی

مامون رشید نے ایک دن حسن بن سہل سے کہا:
میں نے دنیا کی تمام لذتوں پر غور کیا تو معلوم ہوا کہ ہر ایک لذت ایسی ہے جس سے انسان کسی نہ کسی وقت اکتا جاتا ہے، لیکن سات لذتیں ایسی ہیں جن سے کبھی اکتاہٹ نہیں ہوتی۔ گندم کی روٹی، بکری کا گوشت، ٹھنڈا پانی، ملائم کپڑا، خوشبو، گداز بستر اور ہر قسم کے حسن کو دیکھنا۔
حسن بن سہیلؒ نے کہا :امیر المومنین ایک چیز رہ گئی اور وہ ہے لوگوں سے بات چیت ۔مامون نے اس کی تصدیق کی۔

تراشے، مفتی محمد تقی عثمانی، ص:89

مصر کے کتب خانہ کا تعارف

قاہرہ مصر کا دارالخلافہ ہے، اس میں ایک کتب خانہ بنام ”خزائن القصور“ تھا، جس میں چالیس کمرے تھے اور سولہ لاکھ کتابیں تھیں اور ایک کتب خانہ دارالعلم بھی تھا، جس میں ایک لاکھ کتابیں موجود تھیں، ان کے علاوہ بھی چند کتب خانے تھے، جن میں لاکھوں کی تعداد کتابوں کی موجود تھی۔

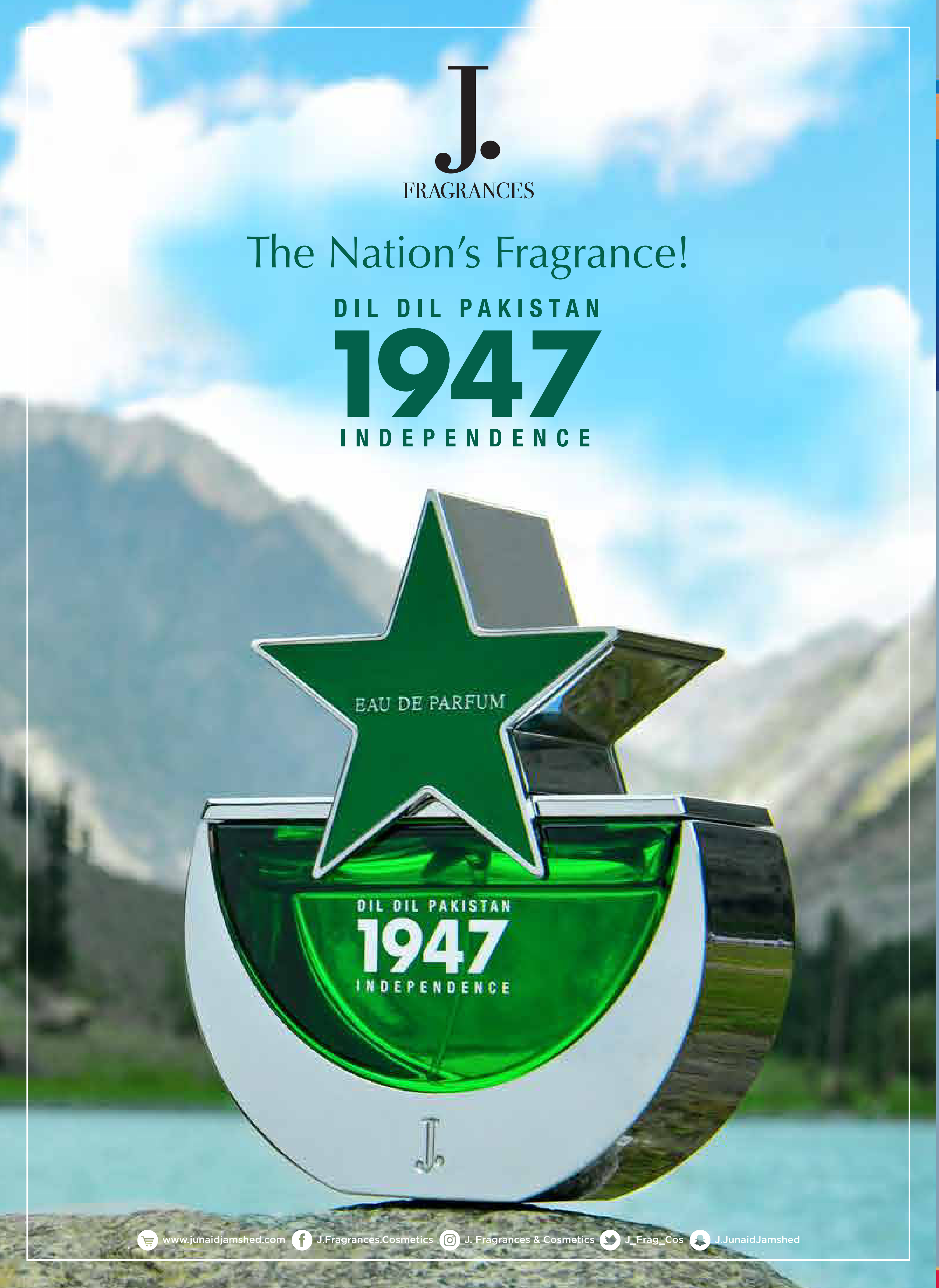

بیت السلام ویلفیئر ٹرسٹ

رپورٹ: خالد معین

متاثرین بارش کے لیے 50 کروڑ مالیت کی امداد | عید قرباں پر لاکھوں افراد تک گوشت پہنچایا

بیت السلام مستحق ضرورت مندوں کی دیکھ بھال کے لیے معمول کی سرگرمیوں کے ساتھ قدرتی آفات اور حادثات کے موقع پر ہنگامی بنیادوں پر امداد کے لیے کمربستہ رہتا ہے، ان دنوں ملک بھر میں بارشوں کا سلسلہ جاری ہے، ان حالات میں بیت السلام ویلفیر ٹرسٹ اپنی معمول کی رفاہی خدمات کے ساتھ ساتھ بلوچستان اور جنوبی پنجاب میں بارشوں اور سیلاب میں گھرے بھائیوں کے لیے امدادی مہم جاری رکھے ہوئے ہے۔ اس امدادی مہم کے لیے ٹرسٹ نے 50 کروڑ مالیت کا ہدف مقرر کیا ہے۔ خدمت خلق کے جذبے سے سرشار ٹرسٹ کے رضاکار اس خدمت اور مہم کو مشن کے طور پر انجام دے رہے ہیں۔ اور بارش سے متاثرہ لاکھوں افراد تک خیمے، راشن، لباس جوتے اور ضرورت کا دوسرا سامان پہنچانے کے لیے رات دن مصروف عمل ہیں۔

بیت السلام کے ہزاروں معاونین ہمیشہ کی طرح اس خدمت میں پیش پیش ہیں اس کے ساتھ ساتھ کچھ اداروں نے بھی سامان کی فراہمی میں اپنا حصہ ڈالا ہے۔

اس وقت بارشوں کا سلسلہ جاری ہے۔ فوری مدد اسی صورت حال کو سامنے رکھ کر کی جارہی ہے تاہم متاثرین کے تباہ حال گھروں اور ان علاقوں کے تعلیمی اداروں کی تعمیر نو اور مرمت بھی بیت السلام کے منصوبے کا حصہ ہے۔ مسلسل بارشوں اور سیلاب میں گھرے رہنے سے جہاں دوسری مشکلات ان لوگوں کے لیے ہیں وہیں صحت کے لیے سنگین خطرات لاحق ہونے کا بھی خطرہ ہے بیت السلام ان کے لیے وسیع بنیاد پر طبّی امداد کے لیے بھی کام کر رہا ہے۔

بیت السلام ویلفیئر ٹرسٹ کے زیراہتمام حسب سابق اس سال بھی ملک کے تمام صوبوں میں اجتماعی وقف قربانی کا اہتمام کیا گیا۔ شہر کے مضافاتی علاقوں اور پس ماندہ بستیوں کے لاکھوں افراد تک بیت السلام کے رضاکاروں نے گوشت پہنچایا۔ مجموعی طور پر 328 مراکز قائم کیے گئے۔ جہاں 30 ہزار 2 سو 73 قربانیاں کی گئیں۔ مستفید افراد کی تعداد 18 لاکھ 16 ہزار 3 سو 80 ہے سندھ کے 41 مقامات میں 14 ہزار 26 قربانیوں کا گوشت 8 لاکھ 41 ہزار 5 سو 60 افراد۔ پنجاب کے 73 مقامات پر 7 ہزار 9 سو 55 قربانیوں کا گوشت 4 لاکھ 77 ہزار 3 سو افراد۔ کے پی میں 50 مقامات پر 35 سو 98 قربانیوں کا گوشت 2 لاکھ 5 اہزار 8 سو 80 افراد شمالی علاقہ جات کے 33 مقامات پر 24 سو 99 قربانیوں کا گوشت اا لاکھ 49 ہزار 9 سو 40 افراد جب کہ بلوچستان کے 31 مقامات پر 21 سو 95 قربانیوں کا گوشت 1 لاکھ 31 ہزار 7 سو افراد میں تقسیم کیا گیا۔

The INTELLECT School
Building Character

THE INTELLECT SCHOOL family is growing bigger and stronger every day

Congratulations

to all our students for their hard work and outstanding results

A Level Results 2021-22

- Sociology, Accounting, Psychology — 100% A
- Chemistry — 100% A* & A
- Biology, Economics — 75% A*, A & B
- Physics, Mathematics — 100% A*, A & B

O Level Results 2021-22

- Urdu, Chemistry, Add Maths, Arabic, E.M — 100% A*, A & B
- Physics — 100% A* & A
- Islamiyat, Business Studies — 85-89% A*, A & B
- Biology, Accounting, Mathematics, English Language, Computer Science, Pakistan Studies, Sociology — 90-99% A*, A & B

Plot No. ST-1, Survey 40 & 43 A-B Ibrahim Hydery, Korangi Crossing, Karachi-Pakistan.
021-35110101-7 info@theintellect.edu.pk
www.theintellect.edu.pk

Cambridge Assessment International Education
Cambridge International School